ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور

16/47

عالمگیرؒ کا عدل

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہدِ حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا عدل وانصاف ہے جس میں عزیز و بیگانہ، غریب و امیر، دوست و دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی۔ ایک رقعہ میں خود لکھتا ہے کہ

"معاملات انصاف میں شہزادوں کو میں عام آدمیوں کے برابر سمجھتا ہوں"

یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ غیروں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ لین پول صاحب عالمگیرؒ کے سوانح میں لکھتے ہیں:۔

"سیاحوں کی مخالفانہ نکتہ چینیاں اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہیں جبکہ وہ شہزادہ تھا، لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلماتِ تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کے پچاس برس دراز عہدِ حکومت میں کوئی ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کے ستانے میں بھی جو اس کی دینداری کا جزو تھا، سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی نہیں پیش آئی"

(اورنگ زیب عالمگیرؒ پر ایک نظر صہ ۹۱)
مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی

یکے از مطبوعات جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان مرکزی دفتر چوک رنگ محل لاہور فون ۹۰۷۷۱۵

علم و تحقیق

افادات
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

قسط نمبر ۵

حجیت حدیث

کتابت انحطاط کی علامت ہے

در اصل ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے غضب کا حافظہ دیا تھا اور وہ احادیث رسول کو صفحہ قرطاس کی بجائے صفحۂ دل پر رقم کرنے کو زیادہ پسند کرتے تھے اور یہی اصل کمال کی بات تھی۔ آج لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث کی تحریری ترتیب تیسری صدی میں ہوئی حالانکہ یہ اعتراض بالکل بے جا ہے، کیونکہ یہ کتابت و تحریر تو دورِ انحطاط کے آغاز کی بات ہے جب محدثین نے محسوس کیا کہ لوگوں کے حافظے اب اس معیار کے نہیں رہے اور اچھے حافظے والے اور احتیاط کے ساتھ احادیث کی روایت کرنے والے بزرگ دنیا سے اٹھتے جا رہے ہیں تو انہوں نے ذخیرہ احادیث کو محفوظ رکھنے کی ضرورت کے تحت احادیث کے مجموعے ترتیب دینے کی طرف توجہ دی ورنہ اصل کمال حافظہ کی قوت تھی، کتابت تو انحطاط کی علامت ہے جسے آج بعض لوگ کمال سمجھ بیٹھے ہیں۔

دورِ نبوی صلعم میں احادیث کی کتابت ہوئی

پھر یہ کتابت حدیث محض تیسری اور چوتھی صدی کی بات نہیں دورِ نبویؐ میں بھی بعض صحابہؓ سے احادیث کا لکھنا اور خود نبی اکرمؐ کا کتابت حدیث کا حکم دینا ثابت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے ۵۳۷۴ احادیث مروی ہیں آپ فرماتے تھے کہ مجھ سے زیادہ احادیث کسی کو یاد نہیں۔ مگر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا (طیالسی مستدرک مسند احمد)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ارشاد فرماتے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اسے لکھ لیتے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے منع فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ آپؐ بشر ہیں کبھی غصہ میں ہوتے ہیں کبھی دل لگی کی بات کرتے ہیں اس لئے ہر بات نہ لکھو بلکہ جو بات احکام کے بارے میں ہو وہ لکھو۔ حضرت عبداللہؓ نے لکھنا موقوف کر دیا اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ لوگ مجھ سے یوں کہتے ہیں اب میں آپ کی ہر بات لکھوں یا نہ لکھوں؟ آپ نے فرمایا لکھ کیونکہ میری زبان سے جب بھی کوئی بات نکلے گی حق ہوگی غصہ میں بھی میری بات حق ہوگی اور رضا میں بھی حق ہوگی۔

اب خیال فرمائیے فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ قاضی اگر غصہ میں ہو تو اس کا فیصلہ شرعاً نافذ نہیں کیونکہ غصہ کے وقت انسان ہوش حواس میں نہیں رہتا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں بات فرمائیں تو بھی نافذ ہے اور آپ اسے لکھنے کا حکم دے رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ کے ارشادات لکھتے رہے۔ آپ کے مجموعہ کا نام "الصادقہ" ہے جس کا کچھ مسند احمد میں ہے اور کچھ حصہ مصریوں نے اب طبع کرایا ہے۔ بخاری میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیا اور بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں حضرت ابو شاہ یمنیؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ میں اتنی زیادہ باتیں یاد نہیں رکھ سکتا اس لئے آپ مجھے لکھوا دیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اکتبوا لابی شاہ" میری یہ باتیں ابو شاہ کو لکھ کر دو۔ یہ واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات قلمبند کرنے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ نے احادیث تحریری شکل میں مرتب فرمائیں باقی جس روایت سے کتابت حدیث سے منع کرنے پر استدلال کیا جاتا ہے وہ ابتدائی دور کی بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "من کتب من غیر القرآن فامحہ" تو یہ منسوخ ہے اور کتابت کا حکم ناسخ ہے جو بعد میں آپ نے دیا ہے اور بزرگانِ دین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جب قرآن پاک نازل ہوتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض وضاحت طلب الفاظ کی تشریح فرما دیا کرتے تھے۔ جسے لکھنے والے قرآن پاک کے الفاظ کے درمیان میں ہی لکھ لیتے تھے۔ آپ نے اس کے لکھنے سے منع فرمایا کہ قرآن پاک سے سوا جو تشریحی الفاظ تم نے درمیان میں لکھ لئے ہیں انہیں مٹا دو کیونکہ اس سے اشتباہ واقع ہو جاتا ہے کہ شاید یہ بھی قرآن پاک کا حصہ ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ قرآن پاک پر اس دور میں اعراب بھی نہ تھے۔ یہ ابو اسود نے لگوائے۔

اس لئے اس سے یہ استدلال کرنا کہ صرف قرآن پاک پر ہی دین کا مدار ہے حدیث کے لکھنے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا بالکل باطل ہے۔

(نوٹ) حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے خطاب کا پہلا حصہ یہاں ختم ہو گیا جو راقم الحروف نے مرتب کیا تھا اب دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو قاری محمد یوسف صاحب نے قلمبند کیا ہے

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واذا اسرّ النبی الیٰ بعض ازواجہ حدیثاً ط

کل قدرے تفصیل کے ساتھ یہ بات آئی کہ لفظ حدیث لغوی طور پر گفتگو، کلام اور بات چیت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ادنیٰ کا کلام ہو یا اعلیٰ کا، بادشاہ کا ہو یا گدا کا، صدر کا ہو یا رعایا کا، امراء کا ہو یا وزراء کا، غرضیکہ ہر شخصیت کے کلام کو لغوی طور پر حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے حتیٰ کہ خدا کے کلام پر بھی لفظ حدیث کا اطلاق ہوا ہے فبایّ حدیثٍ بعدہٗ یومنون ہ

منکرین حدیث عوام کو غلط راستے پر ڈالنے کے لئے اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو اس آیت میں حدیث کا لفظ خدا کے کلام پر بولا گیا ہے۔ بے شک یہاں خدا کے کلام، خدا کی بات کو حدیث کہا گیا ہے لیکن صرف یہ سمجھنا کہ لفظ حدیث خدا کے کلام کے علاوہ کسی اور کے کلام پر نہیں بولا گیا یا نہیں بولا جاتا سراسر غلط ہے۔ ہم ان کے اس دعوے کو قرآن شریف ہی سے باطل قرار دینگے۔

میں نے شروع میں جو آیت شریفہ تلاوت کی ہے اس کو سمجھنے کے لئے اس کے شانِ نزول پر بھی ذرا نظر ڈالتے جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد ساری بیویوں کو تھوڑا تھوڑا وقت دیتے، بیٹھتے، بات چیت فرماتے اور دیگر ضروریات کا پوچھتے۔ آپ کی نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ مسجد کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا، ان کے ساتھ حضرت حفصہؓ کا۔ ایسے ترتیب سے حجرے تھے۔ آخر میں غالباً حضرت صفیہؓ کا حجرہ تھا (باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرپرست
حضرت مولانا عبید اللہ انور

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

مدیر
زاہد الراشدی

جلد ۱۶	جمعہ ۴ر شوال ۱۳۹۳ھ مطابق ۳۰ر نومبر ۱۹۷۳ء - قیمت پچاس پیسے	شمارہ ۴۷

وطن دشمن تنظیموں پر پابندی کا آرڈیننس

صدر مملکت جناب فضل الٰہی چوہدری نے ایک آرڈیننس جاری کیا ہے جس کے تحت وفاقی حکومت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ملکی مفاد کے منافی سرگرمیوں میں حصہ لینے والی تنظیموں پر پابندی لگا سکتی ہے اور افراد کو سزا دے سکتی ہے۔ ملکی مفاد کے منافی سرگرمیوں کے ضمن میں ایک سے زائد قومیتوں کے پرچار، فرقہ وارانہ جذبات ابھارنے علاقائی سالمیت اور خود مختاری میں رخنہ اندازی، لسانی، نسلی اور علاقائی بنیادوں پر تفریق پیدا کرنے اور ملک کے کسی حصہ کی علیحدگی کی کوششوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس آرڈیننس کے تحت ایسی سرگرمیوں میں ملوث افراد کو سات سال، ان کی مدد کرنے والوں کو پانچ سال اور ایسی تنظیموں کی رکنیت برقرار رکھنے والے افراد کو دو سال تک قید اور جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔

اصولی طور پر اس آرڈیننس سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ اگر اس کے ذریعہ سیاسی فوائد کے حصول اور سیاسی مخالفین کے خلاف بے جا انتقامی کارروائیوں کے خدشات سے صرفِ نظر ممکن ہوتا تو ہم اس آرڈیننس کا پرجوش خیر مقدم کرتے۔

ملکی سالمیت کا تحفظ ملک کے ہر شہری کا مقدس فریضہ ہے اور ملک کو توڑنے یا نسلی علاقائی اور لسانی بنیادوں پر ایسی تفریق پیدا کرنا جس سے ملکی استحکام کو خطرہ لاحق ہو، یقیناً ملک و قوم کے مفاد کے منافی اور سنگین نوعیت کی غداری ہے جسے کسی صورت گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ اس لحاظ سے یہ آرڈیننس انتہائی خوش آیند اور ناگزیر ہے، لیکن ماضی کا تجربہ شاہد ہے کہ پاکستان میں ہمیشہ حکومت سے اختلاف کو غداری، حکمرانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرنے کو وطن دشمنی اور سیاسی میدان میں حکمران جماعت کا مقابلہ کرنے والی جماعتوں کی سرگرمیوں کو ملکی مفاد کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ ہر حکمران نے اپنے مخالفین کو ملک دشمن کہا ہے اور اپوزیشن سرگرمیوں کو کچلنے کے لئے ہمیشہ بغاوت اور غداری کے سنگین الفاظ کا سہارا لیا گیا ہے حتیٰ کہ یہ سنگین اور انتہائی الفاظ جو سیاسی کفر کے مترادف ہیں آج پاکستان میں اپنے مفہوم سے عاری ہو چکے ہیں اور شاید اس ملک میں ایک دو کے سوا کوئی ایسا سیاسی راہنما نہ ہو جسے کسی نہ کسی حکومت سے غدار اور وطن دشمن کا خطاب نہ مل چکا ہو۔

اگر بات ماضی کی حکومتوں تک محدود ہوتی تو بھی تھوڑی دیر کے لئے اسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا، مگر موجودہ حکومت جو ووٹوں کے ذریعہ عروسِ اقتدار سے ہمکنار ہوئی ہے اس نے تو اس معاملہ میں سابقہ حکومتوں کو بھی مات کر دیا ہے اور سیاسی انتقام کے لئے ایسے ایسے حربے استعمال کئے ہیں کہ اس کے دو سالہ دورِ اقتدار کے مقابلہ میں گزشتہ ربع صدی کے سیاسی مظالم ہیچ نظر آتے ہیں۔ سرحد و بلوچستان کے عوام پر پیپلز پارٹی کو ووٹ نہ دینے کے جرم میں غیر نمائندہ حکومتیں مسلط کرنا، بلوچستان کے عوام کو جمہوری حقوق دینے کی بجائے ان پر فوج کشی، متحدہ جمہوری محاذ کے جلسوں میں مسلح غنڈہ گردی کا اہتمام، اپوزیشن رہنماؤں پر قاتلانہ حملے، اپوزیشن رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف جھوٹے مقدمات، ڈی، پی، آر کے تحت محب وطن رہنماؤں کی گرفتاریاں۔ ریڈیو، ٹی وی اور ٹرسٹ اخبارات کے ذریعہ اپوزیشن جماعتوں کے خلاف مذموم و مکروہ کردار کش پروپیگنڈہ، خود وزیر اعظم کا اپوزیشن لیڈروں کے خلاف انتہائی گھٹیا اور بازاری زبان استعمال کرنا، عوام کے منتخب نمائندوں کو جیلوں میں ٹھونسنا، سیاسی قیدیوں پر شرمناک تشدد اور غیر انسانی و غیر اخلاقی سلوک اور ضمنی انتخابات میں اندھا دھند سرکاری مداخلت یہ سب امور حکمران پارٹی کی سیاسی

(باقی صـ۱۳ پر)

تیل ——— ایک کارگر ہتھیار

حالیہ عرب اسرائیل جنگ کے بعد تیل کا ہتھیار عربوں کے لئے بہت مفید اور کارگر ثابت ہوا ہے اور امریکہ کے سوا اسرائیل کے سرپرستوں نے مشرقِ وسطیٰ کے بارے میں اپنے موقف پر نظرِ ثانی کی ضرورت کو محسوس کر لیا ہے اور مغربی ممالک کے طرزِ عمل میں خوشگوار تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ یہ امر مزید خوش آیند ہے کہ عرب قائدین اس مؤثر ہتھیار سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ چنانچہ سعودی عرب کے شاہ فیصل نے اعلان کیا ہے کہ جب تک اسرائیل تمام مقبوضہ عرب علاقے خالی نہیں کرتا، اور فلسطینی عوام کو خود ارادیت کا حق نہیں دیا جاتا سعودی عرب تیل کے ہتھیار سے مؤثر طور پر کام لینے، مصری مفادات کو تقویت پہنچانے اور عرب اتحاد کو مستحکم کرنے کی پالیسی پر گامزن رہے گا۔

دوسری طرف امریکہ نے عرب ممالک کو دھمکی دی ہے کہ اگر انہوں نے تیل کی سپلائی بحال نہ کی تو انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا اور ایران کے شاہ رضا شاہ پہلوی نے بیروت کے اخبار الحوادث کو انٹرویو دیتے ہوئے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی عرب پالیسی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے عرب ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ مغربی ممالک کو تیل کی سپلائی بحال کر دیں۔ شاہ ایران نے کہا کہ تیل دولت کی مانند ہے اور عربوں کو یہ نہیں چاہیئے کہ وہ لوگوں کو بھوکا ماریں۔

اے کاش! شاہ ایران کو ان مظلوم و مقہور فلسطینی عوام کی بھوک اور افلاس پر بھی رحم آتا جو اسرائیل اور اس کے سامراجی آقاؤں کے ہاتھوں بے گھر ہو کر امدادی کیمپوں میں موت سے بھی بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔

تعلیمی پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ لاہور سے شائع کیا

از مولانا منظور احمد چنیوٹی

تحریفِ قرآن کی ایک خطرناک سازش

قرآن مجید بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے ایک عالمگیر دائمی دستور ہے۔ جس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا تعالےٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے:۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ چودہ سو سال کی طویل تاریخ اس فرمان الٰہی کی زندہ و تابندہ شہادت ہے کہ دشمنانِ اسلام اپنی ہزار کوششوں کے باوجود آج قرآن مجید میں کسی قسم کی لفظی تحریف کرنے میں کامیاب کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور نہ ہی قیامت تک انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ نے تکوینی طور پر ایسے اسباب بنا دیئے ہیں کہ تحریف لفظی کا احتمال بھی ناممکن اور محال ہو چکا ہے۔ آج قرآن مجید کا سب سے قدیم نسخہ یعنی شہید مظلوم خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ والا آج اپنی اصلی حالت میں حکومت روس کی زیر تحویل تاشقند میں موجود ہے۔ جس کی فوٹو کاپی پاکستان میں بھی موجود ہے۔ آج کے مطبوعہ قرآن مجید اور چودہ سو سال اس پرانے قرآن میں کوئی دشمن اسلام ایک لفظ کا فرق ثابت نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ لاکھوں قرآن مجید کے حفاظ موجود ہیں۔ جو ہر زمانہ میں چلے آتے ہیں۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ البتہ قرآن مجید کی معنوی تحریف ہر زمانہ میں ملحد لوگ کرتے آئے ہیں۔ اُن کی تحریف اور دجل و فریب سے امت کو خبردار کرنے کے لئے بھی ہر زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے علماء حق کی جماعت کو قائم رکھا اور ایسی جماعت ہر زمانہ میں قیامت تک موجود رہے گی۔ جو ان کے دجل و فریب کے پردہ کو چاک کر کے قرآن مجید کے اصلی معنی اور مفہوم کو امت تک پہنچاتی رہے گی۔ چودھویں صدی کے دجال اکبر اور مسلیمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کی اُمت نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح قرآن مجید میں معنوی تحریف کر کے اُمت کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ جس کا علماء حق نے بروقت اور فوری نوٹس لیا۔ اور امت کو گمراہی سے بچانے کی اپنی امکانی کوشش کی۔ اب قادیانی دجال کی امت نے قرآن مجید میں ایک نئے طریقے سے تحریف کی ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ جس میں آئندہ چل کر پوری امت مسلمہ کے گمراہ ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ میں اس خطرناک سازش کی طرف امت مسلمہ اور ارباب حکومت کو خصوصاً جناب کوثر نیازی صاحب وزیر حج و اوقاف و نشریات کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ تاکہ وہ اس تحریف کا بروقت نوٹس لے کر اس کا صحیح سدِ باب کرے۔ کیونکہ انہوں نے تحریف قرآن کے متعلق پاس کرا کر حفاظت قرآن کی ایک عظیم ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اگر وہ اس تحریف کا مؤثر سدِ باب کر دیں تو یہ ان کا ایک عظیم اور یادگار کارنامہ ہوگا۔ جو یقیناً ان کی بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

اٹھارہویں پارہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَاٰوَیْنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ۔ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ کو ایک اونچی جگہ (فلسطین) میں جگہ دی جو قرار والی اور پانی والی تھی۔ ربوہ عربی میں اونچی جگہ یا ٹیلہ کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد علماء مفسرین نے فلسطین یا شام کو لیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضور خاتم الانبیاء کے زمانہ تک دنیا میں ربوہ کسی شہر کا نام نہیں تھا۔ نزول قرآن کے بعد بھی ۱۹۴۸ء تک پوری دنیا میں ربوہ نام کا کوئی شہر موجود نہ تھا۔

ہندوستان کی تقسیم کے بعد جب اس دجال کی اُمت قادیان اپنا دارالامان چھوڑ کر پاکستان آئے تو تاریخی شہر چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے کنارہ پہاڑیوں کے دامن میں ایک وسیع و عریض علاقہ اپنے آقا انگریز سے کوڑیوں کے مول خرید کر کے ایک نیا شہر آباد کیا جس میں سوائے اُن کی امت کے اور کوئی آدمی رہائش اختیار نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ اگر ملک کا صدر یا وزیر اعظم بھی وہاں رہائش کرنا چاہے۔ تو اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک خلیفہ ربوہ کی بیعت کا فارم پُر کر کے اُن کے حلقہ مریدین میں داخل نہ ہو اور یہ ایشیا میں ایک اسی طرح کی خطرناک سازش ہے جس طرح مشرقِ وسطیٰ میں یہودیوں کا ایک شہر اسرائیل آباد کیا گیا ہے۔ اسرائیل کی طرح مرزائیل (ربوہ) بھی قادیانیوں کی مستقل ریاست اور سٹیٹ ہے جس میں اُن کی اپنی فوج (فرقان بٹالین) اپنی عدالتیں اور اُن کا اپنا باقاعدہ سکرٹریٹ کا نظام چلتا ہے۔ اس چھوٹی سٹیٹ کا سربراہ پریذیڈنٹ مرزا ناصر خلیفہ ثالث ہے جس کے احکامات وہاں چلتے ہیں۔

قادیانیوں کے اس مرکز کا نام باقاعدہ ایک سوچی سمجھی سکیم اور سازش کے تحت ربوہ رکھا گیا۔ حالانکہ اس کا نام وہ غلام آباد۔ احمد نگر۔ محمود آباد۔ ناصر آباد وغیرہ اپنے اکابر کے ناموں پر رکھ سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس کا نام ربوہ رکھا۔

جس میں بظاہر کسی قسم کی کوئی کشش یا حسن نہیں ہے اس کا مطلب محض یہ تھا کہ چونکہ قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کے ذکر میں ربوہ کا لفظ آیا ہے۔ اور مرزا قادیانی کا دعوےٰ بھی مریم اور عیسیٰ ہونے کا ہے۔ تو آئندہ نسلیں جب قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کریں گی اور اُن کے کانوں میں ربوہ ایک شہر کا نام بھی پڑا ہوگا۔ تو وہ خود بخود یہ سمجھیں گے کہ قرآن مجید جو ربوہ آیا ہے یہ وہی ربوہ ہے۔ جو پاکستان ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارہ پر آباد ہے۔ آئندہ لوگوں کو کب معلوم ہوگا کہ یہ شہر تو ۱۹۴۸ء میں بنا ہے۔ وہ تو یہی سمجھیں گے۔ کہ قرآن مجید میں ربوہ آیا ہے اس سے مراد وہی شہر ہے۔ کیونکہ اس کے نام کا کوئی اور دوسرا شہر تو دنیا میں موجود نہیں۔ جس طرح قرآن مجید میں مکہ اور مدینہ مسجدِ اقصیٰ کے مقدس الفاظ آتے ہیں۔ تو قرآن پڑھنے والے ہر قاری کے ذہن میں یہ نام مبارک پڑھتے ہی اسی مکہ اور مدینہ اور مسجد اقصیٰ کا تصور گھوم جائے گا۔ جو نزول قرآن کے زمانہ عرب میں موجود تھے۔ اور اب تک موجود ہیں۔

بعینہٖ جب قرآن پڑھنے والا کوئی بھی آیت مذکورہ کی تلاوت کرے گا۔ تو ربوہ کا لفظ پڑھتے ہی اُس کا ذہن اسی ربوہ کی طرف منتقل ہوگا۔ جو دریائے چناب کے کنارے پاکستان میں موجود ہے۔

لھٰذا قادیانیوں کے اس جدید مرکز کا نام ربوہ ایک خطرناک سازش اور قرآن مجید کی کھلی تحریف ہے جس میں آئندہ آنے والے کروڑوں اربوں مسلمانوں کو گمراہ کیا جائے گا۔ اگر وہ قرآن میں قادیان یا غلام احمد وغیرہ کے الفاظ شامل کر لیتے یا اس میں زیر زبر کا فرق ڈال لیتے تو اس سے کوئی خطرہ نہ تھا قرآن مجید کے لاکھوں حفاظ فوراً ایسی تحریف کی نشاندہی کر دیتے۔ اور ان کی یہ سازش ناکام ہو جاتی لیکن یہ ایک ایسی خطرناک تحریف ہے جس سے عالم اسلام کے قیامت تک آنے والے تمام مسلمان بالکل غیر محسوس طریق سے شکار ہو جائیں گے۔ اور نہ صرف یہ کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہوں گے بلکہ یہ بھی سمجھیں گے کہ جو لوگ اس مقدس شہر میں رہتے ہیں وہ ہی صحیح مسلمان اور سچے لوگ ہیں۔

لہٰذا ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ربوہ نام کو قرآن مجید میں خطرناک تحریف قرار دیتے ہوئے اس نام کو ممنوع قرار دے کہ اسے فوراً تبدیل کرا دیں اور آنے والی نسلوں کو اس تحریف اور دھوکہ سے بچا کر قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کرے۔

مولانا بنوری کا انٹرویو

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے امیر حضرت مولانا سید محمد ایوب جان بنوری سے مجلس عمومی کے اجلاس لاہور کے موقع پر مدیر ترجمان اسلام نے انٹرویو لیا۔ جس کی رپورٹ آئندہ شمارہ میں نذر قارئین کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز

(ادارہ)

احمد حسین کمال سی ۳۵/۱، کورنگی ۶ کراچی ۳۱

حالیہ عرب اسرائیل جنگ پر ایک نظر

عرب اسرائیل جنگ ۵ر اکتوبر ۱۹۷۳ء کو شروع ہوئی اور ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۳ء کو ختم ہوگئی۔ اس عظیم تصادم کی انگیز نے سیاسیات عالم میں ایک نئے باب کا اضافہ کردیا ہے اور مشرق و مغرب کے سیاسی سمندر میں دور دور تک موجوں کا اضطراب پیدا کرڈالا ہے۔

آج ساری دنیا کی نظریں اس "نتیجہ" کے انتظار میں لگی ہوئی ہیں جو اس سترہ روزہ جنگ اور موجودہ زبردست سفارتی اور مذاکراتی تگ ودو کے آخری ثمرات کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

حالیہ عرب اسرائیل جنگ اس اعتبار سے زبردست اہمیت کی حامل ہے کہ ۱۹۴۸ء کے بعد سے اب تک قائم چلا آنے والا مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کا سیاسی جمود ٹوٹ گیا ہے اور دوسری عالمی جنگ کے بعد تاریخ اب پرانی سمت سے اپنا رخ بدل دینا چاہتی ہے۔

عرب اسرائیل جنگ کے مابعد اثرات، نتائج اور مستقبل کے امکانات و خدشات آج کی سیاست کا سب سے بڑا موضوع ہیں۔ ہر جگہ اس موضوع پر تنقیدیں، تبصرے اور گفتگوئیں جاری ہیں۔

مغربی پریس نے جنگ کے روز اول سے اس بات کی لگاتار کوشش کی ہے کہ دنیا عرب اسرائیل جنگ کو امریکی، روسی اور چینی "عینک" سے دیکھے۔

جنگ بندی کے بعد اس کوشش میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔

جو ملک ماضی میں یا اب بھی مغربی ملکوں کے ساتھ وابستہ رہے ہیں ان میں مغربی پریس کی یہ کوشش خاصی حد تک کامیاب نظر آتی ہے۔

ظاہر ہے کہ عرب اسرائیل قضیہ کو اس زاویہ نگاہ سے دیکھنا قطعاً مفید نہیں ہوسکتا۔ عربوں کے ایک خالص قومی وملی مسئلہ کو امریکہ، روس یا چین کی ڈپلومیسی کی فتح و شکست اور ان تین بڑی طاقتوں کے مواقف کے صحیح یا غلط ہونے کے نقطۂ نگاہ سے دیکھنا یا سمجھنا صرف گمراہ کن ہے بلکہ مغالطہ انگیز اور فریب ناک بھی ہے اور براعظم ایشیا و افریقہ کے ملکوں کی قومی آزادی کی تحریکوں اور اسلامی دنیا بالخصوص عربوں کی یکجہتی، اتحاد، استحکام اور حصول مقصد میں کامیابی کے نقطۂ نگاہ کے قطعی خلاف ہے۔

اسرائیل کا وجود پہلی اور دوسری عالمی جنگ کے ان ناپسندیدہ نتائج میں سے ہے جو یورپ کی تاریخ کے اس عمل سے پیدا ہوئے جس میں عربوں سمیت ایشیائی و افریقی قوموں کی حیثیت بے بس محکوموں کی تھی۔

سترھویں صدی سے یورپ اور امریکہ میں صنعتی سرمایہ داری کا وجود ابھرا تھا، بیسویں صدی کے اوائل میں اس کے دو ردعمل یورپ میں ظاہر ہوئے۔

ایک فسطائیت کی صورت میں جس کے داعی و سربراہ نازی جرمنی اور فاشسٹ اٹلی تھے، جن کو دوسری عالمی جنگ کے طوفان نے ملیامیٹ کرڈالا، اور دوسرا ردعمل اشتراکیت کی صورت میں ظاہر ہوا جو روس میں پروان چڑھا اور دوسری عالمی جنگ نے اسے سرمایہ دار طاقتوں کے مقابلہ میں برابر کا طاقتور بنا کر کھڑا کردیا ہے۔

اسے سوئے اتفاق کہئے یا قدرت کی ستم ظریفی، کہ دو متضاد نظاموں کی داعی اور باہم سخت ترین حریف طاقتیں، سرمایہ داریت و اشتراکیت، دوسری عالمی جنگ کے موقعہ پر نازی جرمنی اور محوری قوتوں کے خلاف متحد ہوگئیں اور جب دوسری عالمی جنگ ختم ہوئی، تو دنیا بھر کی قسمت کے فیصلے ان دونوں قوتوں، یعنی امریکہ اور روس کے ہاتھوں میں آگئے جو فتح کے بعد علی الترتیب سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کی واحد نمایندہ بڑی طاقتیں بن گئے تھے اور باہم اتحادی تھے۔

اقوام متحدہ کے قیام سے لے کر اسرائیل کے وجود میں آنے تک دنیا کی اور دنیا بھر کے ملکوں کی قسمت کے جو فیصلے ہوئے وہ اس وقت کے ان دونوں اتحادیوں امریکہ اور روس یا بہ الفاظ صحیح صدر امریکہ مسٹر ٹرومین اور وزیراعظم روس مسٹر اسٹالین کی باہمی رضامندی سے عمل میں آئے تھے۔

اسرائیل کا وجود بھی ان دونوں فاتح قوتوں کے فیصلہ کا ہی رہین منت ہے۔

اس وقت عرب ملکوں کی کیا بلکہ ایشیا، افریقہ، یورپ اور لاطینی امریکہ کے کسی بھی ملک کی کوئی حیثیت اور کوئی آواز نہیں تھی۔

عرب سارا کا سارا، ایک صدی سے برطانیہ کی گود میں چلا آرہا تھا، دوسری عالمی جنگ نے برطانیہ کی کمر توڑ کر رکھ دی تو اب اس کے لئے اپنے ایشیائی مقبوضات سنبھالے رکھنا مشکل ہوگیا۔

چنانچہ اس نے عربوں کو امریکہ کی جھولی میں پھینک دیا اور عرب سرزمین پر اسرائیل کی ایک ترقی یافتہ مملکت کے وجود کو جس کی تخم ریزی اور نشوونما کا بہت سا کام گذشتہ پچیس سال میں برطانیہ پورا کر چکا تھا، امریکہ اور روس دونوں نے ہی غنیمت جانا

یہ تو برلن کے مسئلہ نے، اور یورپ کے متعدد ممالک اور چین میں برپا ہونے والے اشتراکی انقلابوں کے پے در پے واقعات نے امریکہ کو روس کی طرف سے خطرات کے احساس میں مبتلا کردیا۔

اور امریکہ و روس کے درمیان علانیہ کشمکش کا آغاز ہوگیا، اس کے بعد سے اب تک کی تاریخ اس کشمکش کی ہی تاریخ ہے اور یہ کشمکش ہی ابھی تک عالمی تاریخ میں بہت سے تغیرات اور ردوبدل کا موجب بنی چلی آرہی ہے۔

اسرائیل کے وجود سے جس طرح اس وقت کے امریکی صدر مسٹر ٹرومین نے عرب سرزمین پر سرمایہ دارانہ نظام کے بقاء و استحکام اور امریکی اثرات کے تحفظ و فروغ کی امیدیں وابستہ کیں۔

روس کے اسٹالن کو بھی عرب سرزمین پر اسرائیلی ریاست کے اشتراکیت میں تبدیل ہوجانے کی توقع تھی

لیکن چند سال میں ہی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ نومولود اسرائیلی ریاست امریکہ کے ہی زیر اثر رہے گی اور اسٹالن کی خواہش کے مطابق اس کا اشتراکیت میں تبدیل ہوجانا ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ اسٹالن کے مرنے کے بعد روس کے نئے قائدین نے اسرائیل سے متعلق اپنی یک طرفہ پالیسی کو تبدیل کرڈالا

یہاں سے ہی عربوں کے سامنے اس امکان کا راستہ کھلا کہ دنیا کی سب سے بڑی بلکہ تنہا بڑی دو طاقتوں یعنی امریکہ اور روس کے درمیان پیدا ہونے والی کشمکش اور تضاد سے وہ اپنے قومی مقصد کے حصول اور اسرائیل کے ناجائز وجود و تسلط سے نجات پانے کے لئے کیا کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اس امکان کی طرف سب سے پہلے جس نے نظر ڈالی وہ انقلاب مصر کے بانی اور صدر جمال عبدالناصر مرحوم تھے۔ انہوں نے اس امکان سے فائدہ اٹھانے کا تجربہ اسوان بند کی تعمیر اور نہر سویز کو قومیانے کے جراٴت مندانہ اقدام سے کیا۔

جس میں انہوں نے امریکہ اور مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں روس کی حمایت و اعانت حاصل کی۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

اب عربوں کے سامنے ایک اور راستہ کھل گیا تھا وہ ابھی تک امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے نرغے میں پھنسے چلے آرہے تھے۔

امریکہ، برطانیہ، فرانس اور ان کے اتحادی دوسرے ممالک اسرائیل کو تو ہر قسم کی فنی، اقتصادی اور فوجی امداد دیتے تھے۔ لیکن عرب ملکوں کو امداد کے نام دے دلا کر ان کا اقتصادی استحصال کرتے رہتے تھے۔

مصر نے جب امریکہ اور روس کی کشمکش اور تضاد سے فائدہ اٹھانے میں پہلی کامیابی حاصل کی تو اس کی

توجہ اس طرف بھی گئی کہ اپنی ٹیکنالوجی اور حربی قوت کا سامان کرنے میں بھی اس تضاد سے فائدہ اٹھایا جائے اور روس سے جس تک ممکن ہو، اس سلسلہ میں امداد لی جائے۔

اس طرح مصر و شام نے صنعتی ترقی، اسلحہ کی تیاری اور فراہمی اور اقتصادی استحکام کے لئے اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک راستہ ڈھونڈ نکالا۔

بدقسمتی سے ان دو عرب ملکوں مصر و شام کے سوا دوسرے عرب ملکوں نے، اس صورت حال کی اہمیت محسوس ہی نہیں کی اور سابق کی طرح امریکہ پر انحصار کئے رہے۔ جس نے انہیں سوائے سامان عیش و تعیش کے کچھ بھی نہیں دیا۔

بلکہ ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ ان امریکہ کے زیر اثر عرب ملکوں نے مصر و شام کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ اس صورت حال سے شہ پاکر اور امریکہ کے ایماء سے اسرائیل نے جون ۱۹۶۷ء میں مصر، شام اور اردن پر اچانک حملہ کر دیا۔ اور اس طرح مصر و شام کی اب تک کی تیاری کو ملیامیٹ کر ڈالا۔

لیکن جمال عبدالناصر مرحوم کے عزم و استقلال نے ہمت نہیں ہاری اور مصر و شام نے از سر نو تیاری کا آغاز کر دیا

دوسرے عرب ملکوں کو مصر و شام کی روس دوست پالیسی پر شدید اعتراض تھا۔

لیکن اسرائیل کے مقابلہ میں روس کے سوا، کسی اور جانب سے امداد ملنے کی کوئی توقع نہیں تھی۔

اس کے ساتھ ہی جمال عبدالناصر نے جہاں روس سے فنی اور دیگر امداد حاصل کی۔ وہاں اس بات کا سختی سے خیال رکھا کہ روس کو عرب زمین کے کسی حصہ پر مستقلاً پیر جمانے کا موقعہ حاصل نہ ہو۔

حتیٰ کہ مصر میں کمیونزم کی اشاعت تک ممنوع تھی خرطوم کانفرنس میں جمال عبدالناصر مرحوم نے عرب ملکوں کے قائدین کو حقیقت حال سے باخبر کیا اور ایک حد تک مصر و شام کے خلاف یک طرفہ پروپیگنڈا کم ہوا۔

اس دوران ایک اور سازش کے تحت فلسطینیوں کی گوریلا تنظیم کو اردن کے ہاتھوں سخت تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

اس صدمہ نے غالباً صدر ناصر کی جان لے لی۔

اب مصر کے نئے صدر انور سادات آئے اور انہوں نے ایک نئی پالیسی کے ساتھ مستقبل کی تیاریاں شروع کیں اولاً انہوں نے ایسے عناصر کو جن کے بارے میں دوسرے عرب ملکوں اور امریکی اخبارات کو یہ شکایت تھی کہ وہ روس کی طرف زیادہ مائل ہیں حکومت سے علیحدہ کیا اور جیلوں میں بھجوا دیا۔

اس کے بعد دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ مصر میں فنی تربیت دینے والے جتنے بھی روسی ماہرین تھے، انہیں مصر سے واپس روس بھیج دیا۔

صدر سادات کی یہ پالیسی تھی تو اس یقین دہانی کے لئے کہ مصر و شام اسرائیل کے ساتھ پر امن تصفیہ چاہتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ روسی بلاک میں شامل نہیں ہیں بلکہ غیر جانبدار ہیں۔ لیکن اسرائیل نے صدر سادات کی اس پالیسی کو ایک نادر موقع سمجھا۔ اور ایک سال کے مسلسل مطالعہ اور جاسوسی کے بعد جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اب روسی ماہرین سے مصر و شام خالی ہو گئے ہیں اور روس کے ساتھ مصر و شام کے تعلقات میں سابقہ سرگرمی بھی نہیں رہی ہے۔ نیز لیبیا وغیرہ عرب ملکوں کی طرف سے روس کی مخالفت جاری ہے تو نہر سویز کو مکمل طور سے اپنے قبضہ میں لے لینے اور شام کے پورے ساحلی علاقہ پر اپنا تصرف قائم کرنے کے لئے اس نے سابق کی طرح اب بھی اچانک حملہ کر ڈالا۔

لیکن اب مصر و شام چوکنا بھی تھے اور تیار بھی انہوں نے سخت جوابی اقدام کیا۔

اسرائیل کو امید تھی کہ روس کی طرف سے تو اب مصر و شام کو اسلحہ وغیرہ ملے گا نہیں۔ اس لئے ان کے اندازہ کے مطابق مصر و شام کا سامان جنگ دو تین دن میں ختم ہو جائے گا اور ان کی قوت مزاحمت جواب دے جائے گی۔

لیکن روس سے اسلحہ و سامان تیزی کے ساتھ آنا شروع ہو گیا (یاد رہے کہ اسرائیل کو امریکہ کی امداد مسلسل جاری رہی ہے)

چنانچہ جنگ اسرائیل کی توقع کے خلاف سترہ دن جاری رہی۔ اور مصر و شام کامیابی کے ساتھ بلکہ بعض صورتوں میں برتری کے ساتھ جنگ جاری رکھے رہے۔

چنانچہ ان سترہ دنوں میں اسرائیل نہ تو شام کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو سکا اور نہ نہر سویز کے پورے مغربی کنارے پر تسلط جما لینے کی حسرت پوری کر سکا۔

اس کے برعکس شام نے اسے سترہ دن تک جولان کی پہاڑیوں اور دمشق کی شاہراہ پر روکے رکھا، جہاں وہ بمشکل چند میل آگے بڑھا ہے۔

مصر نے تو نہر سویز پار کر کے سینائی میں کافی دور تک پیشقدمی بھی کر ڈالی اور نہر سویز کے دونوں کناروں پر اس کا قبضہ ہو گیا۔

اسرائیل کو بمشکل بیطار جھیل کی طرف سے نہر سویز کے جنوب میں قصبہ سویز کے پاس نہر کے مغربی کنارے پر پہنچ جانے اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی سلامتی کونسل کی جنگ بندی کی خلاف ورزی کر کے مصر کی تیسری فوج کا رابطے کا راستہ کاٹ دینے کا موقعہ مل سکا۔

یہ ہے حالیہ عرب اسرائیل جنگ کی اصل صورت حال۔ اس صورت حال کو جو شخص بھی سامنے رکھے گا وہ سمجھ لیگا کہ مصر و شام نے اسرائیل کا مقابلہ کرنے میں کسی کوتاہی سے کام نہیں لیا

وہ روس سے جتنی مدد لینا چاہتے تھے لی، اور اس جنگ نے پوری عرب دنیا کے اندر اتحاد و جوش عمل کی ایک نئی روح پھونک دی۔

مصر و شام نہ روس کے ماتحت تھے، نہ کسی جنگی اور دفاعی معاہدہ میں اس سے وابستہ تھے، نہ روس کے ماہرین ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ نہ روس کے ایما پر انہوں نے اسرائیل پر حملہ کیا تھا۔ نہ روس کے بنائے ہوئے کسی جنگی نقشہ کے مطابق وہ یہ لڑائی لڑ رہے تھے۔

اس لئے عرب اسرائیل جنگ کو روس سے نتھی کرنے کی کوشش کرنا سوائے بدنیتی کے اور کچھ نہیں۔

یہ جنگ روس کی نہیں صرف عربوں کی تھی اور لڑنے والے صرف مصر و شام تھے۔

روس سے اسلحہ و سامان لینا اور بات ہے لیکن مصر و شام نے روس کو جنگ میں ہرگز دخیل نہیں بنایا

مغربی پروپیگنڈے کی بات علیحدہ ہے۔ ان کی تو اول دن سے ہی یہ کوشش رہی ہے کہ اس جنگ کو عرب اسرائیل جنگ نہ سمجھا جائے بلکہ روس اور امریکہ کی جنگ سمجھا جائے۔

اس پروپیگنڈے سے ان کا مقصد واضح ہے۔

عرب دنیا میں بہت سے ایسے ملک ہیں جو امریکہ اور روس کی جنگ و کشمکش میں امریکہ کا ساتھ دینے کو ترجیح دیں گے۔

ایشیا اور افریقہ میں بھی بہت سے ملک ایسے ہیں جو روس کے مقابلہ میں امریکہ کو پسند کرتے ہیں۔

بہت سے ملک ایسے ہیں جو امریکہ اور روس کی کشمکش اور جنگ میں غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں۔

مغربی پریس اور پروپیگنڈے کا یہی منشا ہے کہ عرب اسرائیل جنگ کو اگر امریکہ اور روس کی جنگ اور مقابلہ ثابت کر دیا جائے گا تو وہ تمام عرب اور ایشیائی و افریقی ممالک جو روس کے مقابلہ میں امریکہ کو ترجیح دیتے ہیں یا ان دونوں بڑی طاقتوں کے جھگڑوں میں غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں۔ مصر و شام کے ساتھ ان کی ہمدردیاں ختم نہیں تو کمزور ضرور پڑ جائیں گی۔

اگر اسرائیل کے ساتھ مصر و شام کی جنگ دراصل امریکہ اور روس کی جنگ اور مقابلہ ہے تو امریکہ دوست یا غیر جانبدار ملکوں کو کیا پڑی ہے کہ مصر و شام کی حمایت کریں۔ چنانچہ ان ملکوں کے اس رویہ کا فائدہ بالواسطہ طور پر اسرائیل کو پہنچ جائے گا۔

مغربی پروپیگنڈے کا یہی منشاء ہے۔ اس لئے عرب اسرائیل جنگ کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھنا قطعی غلط اور گمراہ کن ہے۔

اب اصل حقائق کی روسے، جب اس قضیہ پر نگاہ ڈالی جاتی ہے تو گذشتہ سترہ سال کے اندر اسرائیل اور اس کی پشت پناہ طاقتوں کے مقابلہ میں عربوں نے بالخصوص مصر و شام نے متعدد کامیابیاں حاصل کی ہیں اور امریکہ اور روس کے درمیان کشمکش و تضاد کی صورت حال سے ہر ممکن فائدہ اٹھایا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

محمد جمیل خان نمائندہ خصوصی کراچی

مولانا سید محمد شاہ امروٹی

■ــــــ خاندانی روایات کے امین
■ــــــ تحریک آزادی کے پرانے کارکن
■ــــــ ہاری تحریک کے ممتاز راہنما

جمیعۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے امیر حضرت مولانا سید محمد شاہ امروٹی دامت برکاتہم برصغیر کے نامور روحانی پیشوا حضرت مولانا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہ کے بھتیجے حضرت مولانا نظام الدینؒ کے فرزند اور جدوجہد آزادی کے مرکز خانقاہ شریف امروٹ سکھر کے سجادہ نشین ہیں۔

آپ آج سے کم وبیش پچاس برس امروٹ ضلع سکھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی مدہ بھی اپنے علاقہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مارہاڑیؒ سے کیا اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے۔ آزادی کی جدوجہد میں امروٹی خاندان نے جو عظیم کردار ادا کیا ہے، وہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے سنہری حروف میں یاد کیا جائیگا مولانا سید محمد شاہ نے بھی اسی ماحول میں ہوش سنبھالی کہ ان کا گھرانہ آزادی کے متوالوں کا مرجع تھا، چنانچہ آپ نے بھی آزادی کی جنگ میں مقدور بھر حصہ لیا اور سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ اس زمانہ میں ہاری تحریک کا زور تھا اور کسان اپنے حقوق کی جدوجہد کرتے تھے۔ شاہ صاحب موصوف نے اس تحریک میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اور ضلع جیکب آباد اور ضلع سکھر کی ہاری کمیٹیوں کے صدر رہے۔ جمیعۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم پر بھی کام کیا اور تبلیغ اسلام کے لئے قابل تقلید جدوجہد فرمائی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے ہاتھ پر اب تک کم وبیش تیرہ ہزار افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔

آپ نے تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور جمیعۃ علماء کی تشکیل نو کے وقت سے اس سے منسلک ہیں اور ون یونٹ کے خاتمہ کے بعد صوبائی سطح پر جمیعۃ علماء اسلام کی تشکیل کے موقع پر آپ کو جمیعۃ علماء اسلام کی تشکیل کے موقع پر آپ کو جمیعۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کا امیر منتخب کر لیا گیا

آپ متبحر عالم دین، زیرک سیاستدان، انتھک ورکر، پختہ رائے اور مضبوط عزم وارادہ کے حامل بزرگ ہیں۔ اسی وجہ سے جمیعۃ کے مرکزی قائدین آپ کا بیحد احترام کرتے ہیں اور جمیعۃ کی مجلس شوریٰ عمومی کے اجلاسوں میں آپ کی وقیع رائے کو بے حد توجہ سے سنا جاتا ہے گذشتہ دنوں ایک ملاقات کے دوران میں نے حضرت شاہ صاحب مدظلہ سے اپنی سمجھ کے مطابق کچھ سوالات کئے، جن کا انہوں نے پوری تفصیل اور اطمینان کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب کے شکریہ کے ساتھ ان کا خلاصہ نذر قارئین ہے۔

جمیعۃ علماء اسلام

میرے ایک سوال کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ جمیعۃ علماء اسلام صرف علماء کی جماعت نہیں بلکہ اس میں عام مسلمان بھی کثیر تعداد میں شامل ہیں اور ہر مسلمان اس میں شریک ہوکر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں حصہ لے سکتا ہے۔ مگر چونکہ اس کی قیادت علماء حق کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس کا نام جمیعۃ علماء اسلام ہے۔

اسلام اور موجودہ دور

ایک اور سوال کے جواب میں آپ نے کہا اسلام موجودہ سائنسی ترقی کا مخالف نہیں اور یہ بات بھی درست نہیں کہ اسلام موجودہ سائنسی دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا اس لئے وہ وقت کے اعتبار سے ایک ان فٹ نظام ہے۔ کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں اجتماعی وانفرادی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے واضح اور قابل عمل دستور العمل موجود ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ہر زمانہ میں دوسرے نظاموں کی بہ نسبت اسلام نے ہی زیادہ آسان اور عادلانہ طریقہ سے انسانیت کی صحیح خدمت کی ہے اور اس کے مسائل کو حل کیا۔ آج کی اجتماعی زندگی جس خلفشار کا شکار ہو چکی ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ مسلمان اپنی زندگی میں اسلام کو عملاً نافذ کرکے دنیا کو امن وسلامتی کے مذہب ونظام کی طرف دعوت دیں اور دنیا کو جھوٹے نظاموں سے نجات دلائیں۔ جمیعۃ علماء اسلام کا مشن اور دعوت یہی ہے جس کے لئے ہم مقدور بھر جدوجہد کر رہے ہیں۔

متحدہ جمہوری محاذ

آپ نے بتایا کہ متحدہ جمہوری محاذ محب وطن سیاسی جماعتوں پر مشتمل ایک سیاسی محاذ ہے۔ جس کے قیام کا مقصد ملک میں جمہوری اقتدار بحال کرانا اور موجودہ حکومت کو غیر جمہوری وغیر آئینی اقدامات سے روکنا ہے کیونکہ موجودہ حکومت جب سے برسر اقتدار آئی ہے۔ اس نے مسلسل غیر آئینی اقدامات سے عوام کے جمہوری حقوق کو غصب کر رکھا ہے۔ ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اپوزیشن کو کچلا جا رہا ہے۔ سرحد وبلوچستان میں عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار سے الگ کرکے اقلیتی حکومتیں مسلط کر دی گئی ہیں۔ اپوزیشن راہنماؤں سے منسوب جھوٹے بیانات کی اشاعت کرکے اپوزیشن کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں یہ نہایت ضروری تھا کہ اپوزیشن کی جماعتیں مل کر آمریت وفسطائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھتیں۔ اور اپوزیشن جماعتوں نے متحدہ جمہوری محاذ قائم کرکے اپنا ملی وقومی فرض ادا کیا ہے۔ محاذ کے کارکنوں نے لاہور، ملتان اور کراچی میں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی میں گرفتاریاں دے کر جو قربانیاں دی ہیں وہ شاندار ہیں۔ میں ان کارکنوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی

بلوچستان اور سرحد

آپ نے کہا کہ بلوچستان اور سرحد کے عوام ہمارے بھائی ہیں۔ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ ان کے سیاسی و جمہوری حقوق غصب کر لئے گئے ہیں خصوصاً ہمارے بلوچستانی بھائیوں پر فوج کشی کی گئی ہے۔ ہم ان کی اس جدوجہد کو حقوق اور جمہوریت کی جنگ سمجھتے ہیں ہماری خدمات اور دعائیں ان کے ساتھ ہیں اور ہم سے جس طرح ممکن ہوا ہم ان کی امداد کریں گے۔

دینی مدارس اور اوقاف

میرے ایک سوال کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت دینی مدارس کا نظام بہتر طور پر نہیں چلا سکتی۔ کیونکہ ہماری بدقسمتی سے اس ملک کی روایت ہے کہ برسر اقتدار پارٹی حکومت کے ہر شعبہ کو اپنے سیاسی مقاصد اور اقتدار کے تحفظ کے لئے بے دریغ استعمال کرتی ہے اور اوقاف کے محکمہ نے جن مساجد کا نظام اپنے کنٹرول میں لیا ہے ان کا بھی یہی حال ہے کہ حق بات کہنے سے روکا جاتا ہے اور حکمران پارٹی کی تعریف وستائش پر مجبور کیا جاتا ہے اور اگر دینی مدارس کو بھی حکومت کی تحویل میں لے لیا گیا تو اس سے دینی مدارس کی کارکردگی علم دین کی آزادی اور علماء کی حق گوئی متاثر ہوگی، جو یقیناً مداخلت فی الدین کے مترادف ہے۔ اس لئے ہم اس کے حق میں ہیں کہ دینی مدارس کا نظام حسب سابق عوامی تعاون سے آزادی کے ساتھ چلتا رہے اور محکمہ اوقاف کی مہربانیوں سے دینی تعلیم کے نظام کو محفوظ ہی رکھا جائے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ترتیب و پیشکش
اشفاق احمد ہاشمی

از مولوی الطاف الرحمٰن
سابق ممبر ڈسٹرکٹ کونسل مظفرآباد (آزاد کشمیر)

وزیر اعظم بھٹو کا دورہ آزاد کشمیر

ایک کشمیری راہنما کی نظر میں

وزیر اعظم بھٹو نے آزاد کشمیر کے اپنے پنج روزہ دورے میں مختلف مقامات پر عام جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے جن خیالات کا نظریات کا اظہار کیا وہ کشمیری عوام کے لئے ایک درس اور کشمیری نوجوانوں کے لئے لمحہ فکریہ اور قائدین کشمیر کی دیانت، خلوص، حب الوطنی، ایثار اور کشمیر کی آزادی سے متعلق ان کے دعوؤں کے لئے امتحان کا درجہ رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا امور کی وضاحت سے قبل یہ ضروری ہے کہ کشمیر کی "تاریخی پس منظر" مسئلہ کشمیر کے بارے میں پاکستان کی پہلی حکومتوں کے موقف اور عالمی ادارے کی طرف سے مسئلہ کشمیر کے حل میں ناکامی کا سرسری جائزہ لیا جائے۔

تاریخی پس منظر

۱۸۴۶ء میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے نہ صرف ۷۵ لاکھ روپے میں ریاست جموں و کشمیر کو گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا برصغیر کی تقسیم کے وقت سر ریڈ کلف نے مسلم اکثریت والا ضلع گورداسپور کو بھارت کے حوالے کر کے بھارت کو کشمیر تک راستہ دیا۔ ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کو ہر ہندوستانی ریاست کو اختیار دیا گیا تھا کہ اپنی مرضی کے مطابق بھارت یا پاکستان کے ساتھ مل جائے یا علیحدہ رہے۔ راجہ ہری سنگھ نے پہلے تو پاکستان کے ساتھ عارضی معاہدہ کر لیا لیکن بعد میں ساز باز کر کے بھارت کے ساتھ الحاق کر ڈالا اور ۲۷ اکتوبر کو بھارت کی فوجی مدد طلب کر لی مسلمانان کشمیر پر قتل و غارت اور ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا گیا۔ مگر کشمیریوں نے نامساعد حالات اور تمام تر رکاوٹوں کے باوجود جرأت و استقامت کے فقید المثال جذبے کا مظاہرہ کیا اور اس طرح وہ "ڈوگرہ راج" سے کچھ علاقہ آزاد کروانے میں کامیاب ہو گئے جسے آزاد کشمیر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پاکستان کی جانب سے اس وقت یہ تجویز پیش کی گئی کہ دونوں ملکوں کے وزیر اعظم اور گورنر جنرل مل کر کوئی راہ نکالیں تاکہ ریاست میں امن و امان قائم کیا جا سکے۔ مگر ہندوستان نے یہ تجویز مسترد کر دی۔

مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں

یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو ہندوستان نے اقوام متحدہ میں کشمیر کا مسئلہ پیش کیا اور کشمیر پر اپنا حق ثابت کرتے ہوئے پاکستان کے خلاف کشمیر میں مجاہدین کو امداد دینے کا الزام عائد کیا۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں بھارت نے پورے زور شور سے کشمیر پر حملہ کر دیا۔ پاکستان نے بھی کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کے حصول اور اپنی جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کی خاطر چند دستے ضروری مقامات پر احتیاطاً بھیج دیئے۔ مگر اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن کے توسط سے یکم جنوری کو صلح ہو گئی اور مسئلہ کشمیر کا حل رائے شماری قرار دیا گیا جسے بھارت نے بھی قبول کیا۔

بھارت کا انکار

۱۹۴۹ء میں عارضی صلح کے بعد یہ طے پایا تھا کہ ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے مستقبل کا فیصلہ آزادانہ رائے شماری سے ہوگا کہ کشمیر کے عوام ہندوستان سے الحاق چاہتے ہیں یا پاکستان سے اپنا مستقبل وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہندوستان نے اقوام متحدہ اور دوسرے اداروں کی طرف سے کشمیر میں رائے شماری کی ہر تجویز کو مسترد کر دیا اس دوران اقوام متحدہ نے بھی کشمیر کے مسئلے کے حل کے لئے کوئی ٹھوس اور مثبت قدم نہیں اٹھایا۔ پاکستانی حکومتوں کی نااہلی اور حکمرانوں کی غفلت پاکستان کی پہلی حکومتوں نے ہرچند کہ مسئلہ کشمیر پر بھارت سے کئی جنگیں لڑی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے میں قطعاً مخلص نہ تھیں جس طرح انہوں نے اسلام کو اپنے اقتدار کی خاطر نعرہ کے طور پر استعمال کیا اس طرح مسئلہ کشمیر کو بھی نعرہ بنا دیا گیا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، امر واقعہ یہ ہے اگر پاکستان میں جمہوریت کو سبوتاژ نہ کیا جاتا غلام محمد اور اسکندر مرزا ذاتی اقتدار کی تمنا میں جمہوریت کا گلا نہ گھونٹتے، ایوب خان مارشل لاء نہ لگاتا آئین کے تحت انتخابات منعقد ہوتے، ملک میں جمہوری عمل بروئے کار آتا تو ہماری حالت عالمی اور سیاسی میدان میں آج بہت بہتر ہوتی۔ آمریت نے یہاں بہت سے دوسرے مسائل کو الجھایا وہاں مسئلہ کشمیر بھی سرد خانہ میں جا پڑا۔ دوسری جانب غضب یہ رہا کہ ماضی کی پاکستانی حکومتوں اور لیڈروں نے کشمیر میں مسلح جدوجہد کی نشوونما اور حمایت کی بجائے آزادی کی تحریکوں اور مسلح جدوجہد کے حامیوں کی نہ صرف حوصلہ شکنی شروع رکھی بلکہ کشمیری حریت پسندوں پر ایسے مظالم ڈھائے جن کی داستان سن کر ہر محب وطن کا دل مجروح ہوتا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں جب کشمیری حریت پسندوں نے آزادی کشمیر کی تحریک کو نیا رنگ دینے، اپنی جدوجہد کو فلسطینیوں اور ویتنامیوں کے ہم پلہ بنانے اور دنیا کی آزادی اور انصاف کی حامل قوتوں کی توجہ مسئلہ کشمیر کی طرف مبذول کرانے کے لئے بھارتی طیارہ "گنگا" اغوا کیا تو پاکستانی مرد غاصب یحییٰ خان اور اس کے حواری غدار جرنیلوں نے لاہور کے شاہی قلعے کے بچڑ خانے میں گنگا ہائی جیکرز کے ساتھ جو انسانیت سوز اور شرافت و شائستگی سے گرا ہوا سلوک روا رکھا گیا وہ پاکستانی تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ حالات و واقعات کی ان کڑیوں کو ملانے کے بعد کشمیریوں کو پاکستان کی موجودہ قیادت سے بھی یہ توقع نہیں رکھنا چاہیئے کہ وہ مسئلہ کشمیر کے بارے میں مخلص ہے۔ کیونکہ شملہ معاہدہ کی موجودگی میں مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل اور کشمیریوں کے حق خود ارادی کی حمایت بے معنی سا ہو کر رہ جاتی ہے۔

تاہم وزیر اعظم بھٹو نے اپنے دورہ کے دوران جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں کئی باتیں کشمیری عوام کے لئے لمحہ فکریہ اور قائدین کشمیر کی سیاسی بصیرت، تدبر اور دور اندیشی، فراست کے لئے امتحان ہیں۔ چنانچہ مسٹر بھٹو نے اپنے دورۂ آزاد کشمیر کے پہلے روز مظفرآباد میں ایک بڑے جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے جس بات پر زور دیا اس کا حاصل اور لب لباب یہ تھا کہ تنازعہ کشمیر کے کسی مستقل تصفیہ تک پہنچنے سے قبل کشمیریوں کو پاکستان سے انتظامی حیثیت کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لینا چاہیئے" مسٹر بھٹو نے کہا کہ آزاد کشمیر کے عوام کا کام ہے کہ وہ تنازعہ کشمیر کے حل تک عبوری عرصہ کے لئے پاکستان سے کس قسم کا تعلق رکھنا چاہتے ہیں اگر عوام کی خواہش ہو تو آزاد کشمیر کو صوبائی درجہ دیا جا سکتا ہے یہاں صدارتی نظام رائج کیا جا سکتا ہے پارلیمانی نظام بحال کر کے مقبوضہ کشمیر سمیت پوری ریاست کو وفاقی مقننہ میں جگہ دی جا سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ" ہماری ناقص رائے میں وزیر اعظم بھٹو کی جانب سے کشمیر کو صوبہ بنانے کی تجویز کا اظہار مظفرآباد میں ان کے پرتپاک اور تاریخی استقبال کا ایک نفسیاتی اثر تھا۔ شائد بھٹو صاحب یہ بھول گئے تھے کہ وہ لاہور کے ہوائی اڈے کے بجائے مظفرآباد میں خطاب کر رہے ہیں۔ کیونکہ پنجاب کے سادہ لوح عوام کو نت نئے نعروں اور خوش کن دعووں سے مسخر کرنے کی جو مہارت انہیں حاصل ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیری عوام کی جانب سے بھٹو صاحب کی اس تجویز پر ناخوشگوار ردعمل کے باعث انہوں نے دوبارہ اپنی اس تجویز کا اعادہ نہیں کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کشمیر کو صوبائی درجہ دینا کشمیری عوام سے غداری اور تحریک آزادی کشمیر کو پامال کرنے کے مترادف ہے اور کشمیری عوام اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کبھی بھی اجازت نہیں دیں گے جیسا کہ اس سے پیشتر گلگت اور بلتستان کو صوبائی درجہ دینے کی پاکستانی کوشش کشمیریوں کی جرأت، بے باکی اور حق گوئی کے باعث بارآور نہ ہو سکیں۔ آزاد کشمیر کو صوبائی درجہ دینے کی تجویز ایک ایسا امر ہے جس سے مسئلہ کشمیر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ اور معاہدہ شملہ میں کشمیر سے متعلق شقوں کے بارے میں جن خدشات کا اظہار کیا جاتا رہا ان کی صداقت کا گمان ہونا شروع ہو جائے گا۔ ویسے بھی یہ ایک ایسا خطرناک اور احمقانہ اقدام ہے جس کی جرأت بھارت بھی نہیں کر سکا حالانکہ وہ کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہتا ہے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کشمیری

عوام کے جذبات و احساسات کا اندازہ لگا کر مسئلہ کشمیر کے بارے میں کشمیری قائدین کو متفقہ فارمولا پیش کرنے کی جو پیش کش کی ہے اس سے کشمیری راہنماؤں پر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی ہے۔ انہیں ہر لمحہ بدلتے ہوئے حالات و واقعات کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ایک ایسا فیصلہ کرنا جو انہیں منزل سے قریب تر کر دے اور مقصد تک پہنچانے والا ہو۔ اس وقت دنیا کی نگاہیں کشمیری راہنماؤں کی بصیرت کا جائزہ لے رہی ہیں اور ان کے فیصلے کے لئے سراپا انتظار ہیں۔ اس موقع پر ذرا سی لغزش کشمیری قوم کو صدیوں پیچھے دھکیل سکتی ہے۔ وزیر اعظم کے متفقہ فارمولا پیش کرنے کی دعوت نے کشمیری راہنماؤں کو ایک مشکل صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ اب ان کے فکر و تدبر اخلاص اور نیک نیتی اور جذبہ حب الوطنی کا امتحان ہے جس میں یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ کشمیر کے کاز کے لئے ہوس اقتدار سے دامن جھاڑ کے میدان جہد عمل میں آجاتے ہیں یا کشمیر کے مسئلہ کو کرسی تک پہنچنے کے لئے زینہ کے طور پر استعمال کرنے پر مصر ہیں۔ تاہم اب عوام کو زیادہ دیر تک دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ بہت جلد ہی شخصیتوں کے چہروں سے غازہ ڈھل جائیں گے اور اندر سے انسان اپنی آخری حد تک عوام کے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے اور اس طرح کشمیری عوام کو ایسا قائد متعین کرنے میں دقت پیش نہ آئے گی جو انہیں منزل آشنا کر سکے۔ کشمیری راہنماؤں کو کسی طرح کا فیصلہ کرنے سے پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے جہاں سقوط مشرقی پاکستان اور دوسرے کئی عوارض و حقائق کی بنا پر پاکستان بھارت سے تصادم اور ٹکراؤ کی پوزیشن میں نہیں ہے وہاں اس سے صرف نظر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان کے باقی چار صوبوں میں سے دو صوبوں میں پیپلز پارٹی کی جائز اور قانونی حکومت ہے جب کہ دوسرے دو صوبوں میں اپوزیشن کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لئے عوامی نمائندوں کو خریدنے کی کوشش کی گئی اور جہاں اس میں ناکامی ہوئی وہاں انہیں نا اہل قرار دے کر یا طویل المیعاد سزائیں اسمبلی کی رکنیت سے برطرف کر دیا گیا اور ان صوبوں پر اپنی پسند کی حکومتوں کو مسلط کر دیا گیا۔ اگر کشمیری لیڈر راہنما یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ہاں بھی جمہوریت کے وہی عظیم الشان مظاہرے ہوں جو صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نظر آتے ہیں یا اظہار رائے کی آزادی اس طرح کی ہو جس کا راولپنڈی میں مظاہرہ کیا گیا اور سردار قیوم کو کسی سڑک یا چوراہے پر اسی طرح قتل کر دیا جائے جس طرح ڈاکٹر نذیر شہید اور خواجہ رفیق کو قتل کر دیا گیا۔ کے ایچ خورشید کا وہی حشر ہو جو غوث بخش بزنجو اور عطاء اللہ مینگل کا ہوا۔ مقبول بٹ اور ان کے ساتھیوں سے وہی سلوک ہو جو مختار رانا کے ساتھ ہو رہا ہے۔ بے باک، قائد کشمیر کا وہی حشر ہو جو جسارت، ہشتبان اور مہران کا ہوا۔ آزادانہ انتخابات سنگینوں کے سائے میں منعقد کرائے جائیں تو انہیں یہ فارمولا پیش کر دینا چاہیئے کہ آزاد کشمیر کو صوبائی درجہ دیا جائے لیکن ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ کشمیریوں کو اپنی کشتی کے بادبان اپنے ہاتھوں میں رکھنے چاہیئے۔ تاکہ وہ ہوا کے رُخ کو دیکھ کر منزل تک پہنچنے کے لئے راہ متعین کر سکیں۔

حکومت پاکستان اگر تنازعہ کشمیر کے بارے میں مخلص ہے تو اسے اس سلسلہ میں مطمئن رہنا چاہیئے کہ کشمیر میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو پاکستان سے نفرت یا مُعِرِ خاصمت کی پالیسی پر گامزن ہو۔ کشمیر اور پاکستان کے عوام کا مظہر یاتی اتحاد اور اسلامی رشتہ ایک ایسا تعلق ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی لیکن اگر پاکستان یہ چاہتا ہے کہ کشمیری اپنے مستقبل کا کا ایسا فیصلہ کریں جو پاکستان کے تحفظ کی ضمانت بن سکے تو پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ کشمیریوں کے جذبات و احساسات کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ آزاد کشمیر کو صوبہ کا درجہ دے دینا مسئلہ کشمیر کا کوئی حل نہیں ہے بلکہ یہ کشمیری عوام کو اپنے مؤقف سے گمراہ کرنے کی سیدھی سادی سیاسی چال ہے۔ ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ مسائل ہمیشہ بات چیت سے حل ہوتے ہیں۔ لیکن بات چیت کے لئے زور آور فریق کو صرف اسی طرح تیار کیا جا سکتا ہے جیسا ویتنامیوں نے امریکہ یا عربوں نے اسرائیل کو تیار کیا ہے۔ کشمیری حریت پسند بھارت کو بات چیت کی میز پر لانے کے لئے تیار ہیں۔ کاش کہ پاکستان اس ضمن میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتا۔ کشمیری پاکستان سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ آزاد کشمیر کو ایک مختار ریاست تسلیم کر کے اسے چین سمیت دوسرے دوست ممالک سے کرائے اس طرح حکومت کو آزاد کشمیر کو حریت پسند افریقی و ایشیائی ممالک کی اعانت و امداد سے آزادئ کشمیر کی جنگ کے قابل ہو جائے گی۔ اور خود پاکستان کشمیریوں کے لئے مامن جائے امن بن جائے اور ہانی جیکرز پر ہونے والے ظلم و تشدد کی تاریخ پھر نہ دھرائی جائے۔

اسیرانِ جمہوریت کے اعزاز میں استقبالیہ

ملتان۔ جمعیت علمائے اسلام ممتاز آباد و ملتان شہر نے تحریک بحالی جمہوریت کے اسیروں کے اعزاز میں ایک دعوت عشائیہ ترتیب دی۔ اس تقریب کی صدارت قائد جمعیۃ مجاہد ملت مفکّر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نے کی۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ۔ قاری نور الحق قریشی۔ خواجہ محمد عبدالرؤف اور مولوی سمیع اللہ شریک ہوئے۔ فاضل نوجوان نور عالم قریشی مہمان خصوصی تھے۔

جمعیۃ علمائے اسلام ممتاز آباد کے ناظم مولانا محمد اسلم تحریک جماعتی جمہوریت کے اعزاز میں مندرجہ ذیل سپاسنامہ پیش کیا۔

ہم اراکین جمعیۃ علمائے اسلام ممتاز آباد مہمان خصوصی فاضل نوجوان جناب نور عالم قریشی ایڈووکیٹ اور ان کے دیگر رفقاء حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب۔ قاری نور الحق صاحب۔ ایڈووکیٹ خواجہ عبدالرؤف صاحب مولانا سمیع اللہ صاحب قریشی اور صوفی نور دین صاحب کا خیر مقدم کرتے ہوئے انتہائی خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے تحریک بحالی جمہوریت میں عین بہادری جواں ہمتی اور بے باکی سے حصہ لیا اور خوشی مصائب برداشت کئے وہ لائق ستائش ہیں۔

ہم صدقِ دل سے انہیں خراجِ تحسین اور سپاس عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ایک ظالم انسپکٹر نے ہمارے مہمان خصوصی قریشی صاحب کو سرعام تشدد کا نشانہ بنایا قرآن حکیم کی سرعام بے حرمتی کی اور اس پر ملتان کی انتظامیہ نے جو مجرمانہ خاموشی اختیار کی ہے یہ انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ قریشی صاحب نے اس ظالم انسپکٹر کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ عدالت انصاف کرے گی۔ اور اس ظالم شخص کو عبرتناک سزا دے گی۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس تقریب کی صدارت قائد جمعیۃ مجاہد ملت مفکّرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم فرما رہے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے کمال شفقت سے ہم کارکنان ممتاز آباد کی درخواست قبول کرتے ہوئے عنایت فرمائی۔

ہم ارکان جمعیت اپنے قائدین کی موجودگی میں اپنے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالے حضرت مفتی صاحب اور جماعت کے حکم اور فیصلے کا احترام کریں گے۔ اور ممکن تعاون سے دریغ نہیں کریں گے۔ آخر میں ہم اراکین جمعیت علمائے اسلام قائدین کے بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود زحمت کی اور تشریف آوری فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

(اراکین جمعیت علمائے اسلام ممتاز آباد ملتان)

قادیانیوں کو ٹکٹ نہ دیا جائے

پسرور۔ ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب خطیب شاہی مسجد امیر جمعیت علمائے اسلام ضلع سیالکوٹ نے پیپلز پارٹی سے مطالبہ کیا ہے کہ آئندہ کسی مرزائی کو کسی انتخاب میں پیپلز پارٹی کا ٹکٹ نہ دیا جائے!

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا۔ گذشتہ انتخابات میں پیپلز پارٹی کی ٹکٹ پر چند مرزائی کامیاب ہو کر پارٹی کی جس رسوائی و بدنامی کا باعث بنے ہیں۔ حکومت کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

آپ نے فرمایا مرزائی قادیانی ہوں یا لاہوری۔ دونوں ملک و ملت کے ازلی و ابدی دشمن ہیں۔ پہلے انہی کی بدولت ملک مصائب سے دوچار ہو کر تقسیم تک پہنچا اور اب بھی انہی کی زیر زمین سازشوں سے طرح طرح کی مشکلات سے دوچار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ

امیر مرکزیہ سیلاب زدہ بھائیوں میں

(مقصد) سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کے لئے ایسے ہی معتبر ذرائع استعمال کرنے چاہئیں

حضرت درخواستی مدظلہ نے مبلغ ۴۳۰۰۰/- روپے سے زائد رقم سیلاب زدگان کو خود تقسیم فرمائی۔ خوش قسمت ہیں وہ صاحب ثروت جن کے عطیات ان بابرکت ہاتھوں سے تقسیم ہوئے۔

خان پور کا علاقہ حالیہ سیلاب سے بری طرح متاثر ہوا، حکم الٰہی کے تحت امیر و غریب سب کے سب اپنے مکانات و دکانات فصلات اور اثاثۂ خانگی خورد و نوش کی اشیاء سے دستبردار ہو کر کھلے آسمان کے نیچے کس مپرسی اور عسرت و تنگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بہت سے غیور اور باعزت لوگ اس سردی کے زمانہ میں بغیر کپڑے اور بھوک کی صبر آزما تکلیف سے دوچار ہیں وہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالٰی سے پُرامید ہیں کہ وہ ان اسباب کے زوال کے بعد بھی اپنے خزانہ سے ان کی کفالت فرمائیں گے۔ خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جو اپنے ان مسلمان مصیبت زدہ بھائیوں کی مصیبت میں کام آکر اپنے رب کو راضی کر لیں گے اور اپنے دیئے ہوئے کا کم از کم دس گنا بدلہ اس دنیا میں بھی حاصل کر لیں گے۔

ایام سیلاب میں حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم العالیہ نہایت ہمت اور استقلال کے ساتھ بنفس نفیس خان پور میں اپنی قیامگاہ پر مقیم رہے۔ اور امور مدرسہ کی نگرانی فرماتے رہے سیلاب کی وجہ سے مدرسہ کی اکثر عمارت منہدم ہو گئی۔ اچانک سیلاب کی وجہ سے مدرسہ کا تمام اثاثہ بھی سیلاب کی نذر ہو گیا۔ سیلاب کا زور ٹوٹ چکا تھا لیکن مدرسہ میں ابھی تک پانی کھڑا تھا کہ عادت مستمرہ ترجمہ قرآن کے ایام آ گئے۔ حیدر آباد کے بعض متوسلین کے اصرار پر رضاء بالقضاء پر عمل فرماتے ہوئے حیدر آباد سندھ تشریف لے گئے اور پچیس رمضان المبارک تک علوم قرآنیہ کا یہ رحمت بھرا بادل علماء اور طلباء کی دو صد کی تعداد کو علم اور عرفان کی بارش سے سیراب کرتا رہا ہر شخص نے اپنے دامن کی وسعت کے مطابق جھولیاں بھر لیں۔ جمعۃ الوداع کو حضرت مدظلہ خان پور تشریف لائے۔ حضرت مدظلہ کی آمد کی خبر سن کر نماز جمعہ کے لئے دور دراز سے آئے ہوئے حضرات سے سیلاب کی تباہ کاریوں کے احوال غور سے سنے اور خانپور کی تباہی بچشم خود ملاحظہ فرما کر رحمدل قلب مبارک بے چین ہو گیا کہ ان مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کی کوئی سبیل ہو جائے۔ چنانچہ عید سے قبل دوبارہ سفر اختیار فرمایا اور سکھر وحیدر آباد، میرپور خاص، ٹنڈو الہ یار اور ٹنڈو آدم و شکارپور و کھیڑی کے متوسلین نے جو کچھ سیلاب زدگان کے لئے نذر فرمایا۔ واپسی پر اس کی تقسیم کے لئے بعض حضرات نے یہ طریقہ کار پیش کیا کہ علاقہ کی جمعیۃ علماء اسلام کی شاخوں کے ذریعہ یہ رقم تقسیم کرا دی جائے۔ لیکن حضرت مدظلہ نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور فرمایا کہ میں علاقہ میں جا کر خود اس امانت کو لوگوں کے سپرد کروں گا۔ چنانچہ دین پور شریف، جیٹھہ بھٹہ ماڑی اللہ بچایا، مڈبھورہ و سہجہ اور خان پور کے گرد و نواح اور شہر خانپور کے لئے ایک پروگرام مرتب فرما کر جمعیۃ کی ہر شاخ کو ہدایت فرمائی کہ میں فلاں وقت پہنچ جاؤں گا اپنے علاقہ کے زیادہ مستحقین لوگوں کی فہرست بلا لحاظ سیاسی و مذہبی فرقہ صرف مصیبت زدہ ہونے کی بنیاد پر مرتب رکھیں۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق ۹ شوال بروز منگل بوقت دوپہر حضرت فیروزہ تشریف لے گئے۔ بعد نماز ظہر مختصر خطاب اور تلقین استغفار فرماتے ہوئے مستحقین کو پندرہ صد (۱۵۰۰) روپے تقسیم فرمائے۔ حاجتمند لوگ حضرت کو دعائیں دیتے ہوئے خوشی خوشی گھروں کو واپس ہوئے اور حضرت بوقت نماز عصر بمقام جیٹھہ بھٹہ پہنچے۔ وہاں مولانا اللہ بخش صاحب کے مدرسہ میں مستحقین کا اژدہام تھا مختصر خطاب اور دعا کے بعد پندرہ صد روپیہ وہاں تقسیم فرماتے ہوئے خان پور واپس تشریف لائے۔

دس شوال کو بوقت ظہر ماڑی اللہ بچایا پہنچ کر مختصر خطاب اور دعا کے بعد مبلغ تین ہزار (۳۰۰۰) روپے کی خطیر رقم تقسیم فرما کر واپسی میں بعد نماز عصر مڈبھورہ پہنچے وہاں بھی مختصر خطاب اور دعا کے بعد مبلغ دو ہزار روپے تقسیم فرما کر بوقت مغرب خان پور پہنچے۔ گیارہ شوال کو اول وقت بمقام سہجہ تشریف لے گئے اور مختصر خطاب کے بعد توجہ الی اللہ کی تلقین فرماتے ہوئے اس علاقہ میں تقریباً ساڑھے چار ہزار روپے تقسیم فرمائے۔ بعد از ظہر خان پور واپس تشریف لا کر خان پور واپس تشریف لا کر خان پور میں تقسیم کا کام شروع فرما دیا۔ تیرہ تاریخ تک خانپور میں مبلغ سترہ ہزار روپے تقسیم فرمائے۔ قبل ازیں حضرت دین پور شریف تشریف لے گئے اور وہاں بھی مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپے تقسیم فرمائے۔ جملت کے حساب اور فہرستوں کی دیکھ بھال اور رقومات لینے والوں سے دستخط لینے کے انتظامی امور کے لئے حضرت مدظلہ کے صاحبزادے حاجی مطیع الرحمٰن صاحب اور قاری فور احمد صاحب ساتھ رہے۔ اور رقم گن گن کر حضرت اپنے ہاتھ سے خود مرحمت فرماتے تھے لیکن جس طرح سیلاب کا پانی ہیڈ اور بند کی تمام پابندیوں کو توڑ کر انسانوں کی تباہی پر اتر آیا تھا۔ اسی طرح یہ رحمت بھرا دریا بھی بسا اوقات لکھ پڑھ اور حساب و کتاب کی تمام تر پابندیوں سے بے نیاز ہو کر مستحق لوگوں کی اصلاح احوال کے لئے تقسیم زر پر اتر آتا اور اس وقت منتظمین حضرات بے بس ہو جاتے اور دیکھنے والے اسی وقت (انما انا قاسم واللہ یعطی) (یقیناً میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی دیتا ہے) کا صحیح نظارہ دیکھتے۔ یقیناً انفق ولا تخف عن ذی العرش اقلالا (کھلے دل سے خرچ کرو اور اللہ تعالٰی کی طرف سے کمی کا دل میں خیال تک نہ لاؤ) کی ہدایت ایسے ہی حضرات کے لئے ہے۔ جو رقوم حساب میں آ سکیں، وہ تقریباً چونتیس ہزار روپے ہیں اور جو رقوم حساب میں نہ آ سکیں۔ ان کی تعداد اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ بعض غیر حاضر مستحقین کی امدادی رقم کسی معتمد کے حوالہ فرما کر تاکید فرماتے کہ اس کی رسید لیکر میرے پاس پہنچا دیں۔ لوگوں کی وسیع ضروریات کے پیش نظر امدادی رقم کو غیر مکتفی خیال فرماتے کہ عنقریب کچھ اور بھی رقم اور پارچہ جات تم لوگوں کے لئے لاؤں گا۔ ہر جگہ ضرورتمند لوگوں کے بے پناہ ہجوم سے حضرت کو یقیناً تکلیف پہنچتی۔ لیکن بڑی خندہ پیشانی سے فیاضی فرماتے رہتے۔ اللہ تعالٰی ان بزرگوں کو امت مسلمہ کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور ان کی ظاہری و باطنی برکات سے امت کو مستفیض فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور اہل ثروت لوگوں کو حضرت والا سے تعاون کی توفیق عطا فرمائے۔

یادِ رفتگان

ضیاء الرحمٰن فاروقی
باب العلوم کہروڑ پکا

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ

جنہوں نے قاہرہ اور مالٹا کی جیلوں میں آزادیٔ ہند کے گیت گائے

ہندوستان کے عالمی سیاست کے افق پر جن مجاہدین کا نام عظمت و احترام کا حامل ہے ان شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی مرکزی حیثیت اختیار کئے ہوئے ہے۔

ولادت

مولانا شیخ الہند ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء بمقام بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی عبداللطیف صاحب اور مولوی مہتاب علی صاحب سے حاصل کی۔

دیوبند میں داخلہ اور فراغت

اس کے بعد ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو جب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ آپ اس وقت پہلے شاگرد کی حیثیت سے اس مدرسہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کے استاذ حضرت مولانا ملا محمود صاحب تھے۔ آفریں ہو ایسے استاد پر جن کے تلمذ کے فیض نے ایک محمود الحسن نامی شخص کو شیخ الہند بنا کر عالم اسلام پر عظیم احسان فرمایا۔

تدریس و تعلیم کا سلسلہ

۱۸۷۳ء میں جب آپ تعلیم حدیث سے فارغ ہوئے تو آپ مستقل طور پر دارالعلوم ہی میں المدرس کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔

پہلا سفر حجاز

۱۲۹۴ھ میں اکابرین دیوبند کا قافلہ جب حج کے لئے روانہ ہوا تو آپ بھی ہمراہ ہو گئے۔ اس وقت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ مولانا مظہر صاحب۔ (جن کے نام پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور قائم ہے) شریک قافلہ تھے۔ اسی سال ربیع الاول میں آپ واپس تشریف لے آئے۔ اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۸۸۰ء میں جب حضرت نانوتویؒ کی وفات کا سانحہ پیش آیا تو دارالعلوم کی پوری ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ کے دور میں دارالعلوم کو جو ترقی نصیب ہوئی وہ قابل تحسین ہے۔

شیخ الہند کا حلقہ درس اور تعلیمی کمالات

حضرت شیخ الہند کا حلقۂ درس نہایت مہذب اور نہایت شائستہ ہوتا تھا۔ آپ کے درس میں دوسرے مدارس کے فراغت یافتہ علماء شریک ہو کر علم کے بحرِ بے کراں سے نکالنے کے لئے ہر سال جوق در جوق آتے تھے۔ علم حدیث، علم تفسیر، علم معانی، علم فلسفہ، اور علم منطق کے علاوہ ہر عصری علوم پر آپ کو مکمل دسترس تھی۔ آپ کی جامع اور مبسوط تقریر پر علماء اور بڑے بڑے محقق دنگ رہ جاتے تھے۔ آپ جب کسی کتاب کے مباحث پر بحث شروع کرتے تو معلوم ہوتا کہ علم کا ایک سمندر ہے۔ جس میں اعتراضات و شبہات کے تنکے بہے جا رہے ہیں۔

قوتِ استدلال

قوت استدلال میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ شیخ الہند کے الزامی اور مسکت جوابات پر ذہین سے ذہین طالب علم حیران رہ جاتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس دیکھ کر سلف صالحین اور اکابر محدثین کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا۔ آپ کے بیان میں قرآنی آیات کا انبار احادیثِ نبویہ کی کثرت اور ائمہ اربعہ کے مذاہب تشریح صحابہ و تابعین فقہاء و مجتہدین کے اقوال کا صحیح محمل تدریس کی رعنائیوں میں ایک خاص چاشنی پیدا کر دیتا تھا۔ حافظہ کی اتنی کثرت تھی آپ کو عرصہ دراز کی یاد کی ہوئی عربی، فارسی اور اردو کی عبارتیں ہر وقت یاد رہتی تھیں۔ ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء — بے کتاب و بے معید و اوستا

آپ کی متعدد تصانیف میں قرآن کریم کا ترجمہ شیخ الہند لاثانی یادگار ہے۔ آپ کے علمی کمالات کے لئے ("علماء دیوبند اور ان کی خدمات") کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا سفر حجاز

ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ میں سینتیس (۳۷) سال کی تدریس شیخ الہند کا دوسرا سفر حجاز مشہور ہوا۔ اس وقت عالمی تحریک انقلاب سوف ریشمی رومال، خفیہ طور پر شروع ہو چکی تھی جس کی تکمیل کے لئے شیخ الہند نے مولانا عبیداللہ سندھی کو کابل انگورہ، ترکی۔ روس اور دوسرے برطانوی زیر اثر ممالک میں روانہ کیا تھا۔ اس تحریک کا مقصد چاروں طرف سے ہندوستان کی انگریزی حکومت پر حملہ اور اندرونی بغاوت کرنا تھا۔ اس سلسلے میں شیخ الہند گورنر حجاز غالب پاشا وزیر جنگ۔ انور پاشا سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ سفر حجاز اس مقصد کی کڑی تھی۔

اس تحریک کے دستاویزات کو حد درجہ مخفی رکھا گیا تھا۔ مگر برطانوی سی آئی ڈی اور محکمہ سراغرسانی کی بدولت انگریز کو اس تحریک کا علم ہو گیا جس کے باعث ان حضرات کو ظاہری ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

شیخ الہند کی گرفتاری اور مالٹا روانگی

مدینہ منورہ میں شیخ الہند نے گورنر حجاز اور انور پاشا سے بند کمرے میں ملاقاتیں کی۔ انہوں نے ہر طرح کی امداد کا یقین دلایا۔ اس کے بعد آپ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے طائف پہنچے۔ اس وقت شریف حسین والیٔ مکہ نے ترکوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ دونوں حکومتوں میں گھمسان کی لڑائی شروع تھی یہاں سے جب شیخ الہند اپنے مایۂ ناز شاگرد مولانا حسین احمد مدنی کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں انگریزی گورنمنٹ کی طرف سے ایک فتویٰ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس کا مقصد ترکوں کے خلاف ہندوستان کے مسلمانوں کو نفرت پر ابھارنا تھا۔ شیخ الہند اور مولانا حسین احمد مدنی نے اس فتویٰ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اس انکار نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ انگریز کو بہانہ مل گیا۔

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے مکہ معظمہ میں گرفتاری ہوئی۔ ابتداءً آپ شیخ الہند مع رفقاء مالٹا کے لئے بھیج دیئے گئے تھے۔ راستہ میں قاہرہ کی کال کوٹھڑی میں آپ کو تیئس روز تک رکھا گیا۔ یہیں انگریزی حکومت کی طرف سے سوال و جواب ہوئے اس میں انہوں نے نہایت خسروانہ التفات سے شاہانہ طرز فکر کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد یہ حضرات اسکندریہ سے ہوتے ہوئے مالٹا لے جائے گئے۔ جہاں انہوں نے قید آزادی کے چار سال گذارے۔ اس وقت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حکیم نصرت حسین۔ مولانا وحید احمد مولانا عزیز گل آپ کے ساتھ تھے۔ اس قید خانہ میں حکیم صاحب کا انتقال ہوا۔

حکیم صاحب کے انتقال پر شیخ الہند نے بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے فرمایا — اے زمین و آسمان کے مالک ہندوستان کی آزادی کے لئے اگر ہمارا جنازہ بھی اس جزیرہ سے اٹھے تو ہمیں منظور ہے۔ لیکن دو سو سال سے غلامی میں الجھی ہوئی قوم کو آزادی نصیب فرما۔

مالٹا سے رہائی

چنانچہ ہندوستان کے عوام الناس اور رہنماؤں کے احتجاج پر اپریل ۱۹۲۰ء کو حکومت کی طرف سے رہائی کا اعلان کر دیا گیا۔ دو ماہ بعد جون ۱۹۲۰ء کو شیخ الہند ہندوستان پہنچے۔ اس کے بعد آپ نے تحریکِ خلافت کے متعدد اجلاسوں کی صدارت فرمائی۔

شیخ الہند کی علالت اور انتقال

ابھی مالٹا سے آئے ہوئے چند ہی ماہ گذرے تھے کہ شیخ الہند علیل ہوئے۔ رفتہ رفتہ ضعف بڑھتا گیا۔ بالآخر مشرق سے طلوع کر مغرب کی وادیوں میں ضیا پاشیاں کرنے والا چاند ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں (جہاں آپ زیر علاج رہے) غروب ہو گیا۔ اور آپ کا مدفن دارالعلوم دیوبند بنایا گیا۔

شیخ الہندؒ کے چند مخلص تلامذہ

یوں تو چالیس سال کی تدریس میں ہزاروں علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ مگر جنہوں نے عالم اسلام پر دینی علوم کی شمعیں روشن کیں ان میں آپ کے چند شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی۔ بانیٔ تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کاندھلوی مولانا غلام انور شاہ کشمیری۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب۔ مفتی اعظم ہندوستان۔ شیخ الہند ثانی امام راشد مولانا سید حسین احمد مدنی۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔

بقیہ — مولانا سید محمد شاہ امروٹی

ملکی سالمیت کا تحفظ

آپ نے کہا ملکی سالمیت کا تحفظ کرنا ہر شہری کا فرض ہوتا ہے اور ہم اپنے اس فرض سے غافل نہیں۔ ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کسی سازش میں ہم شریک نہیں ہونگے مگر ہم حقوق کی جنگ کو علیحدگی پسندی کا نام دینے کے بھی خلاف ہیں۔ اب صوبہ سرحد و بلوچستان کے جمہوری حقوق غصب کرلئے گئے ہیں اور وہاں کے عوام حقوق کی بازیابی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ حکومت اس جائز جدوجہد کو تخریب پسندی اور علیحدگی پسندی کا نام دے کر اسے کچلنا چاہے تو ہم اس کو گوارا نہیں کریں گے۔ ملکی سالمیت کا تحفظ ہمارا ایمان ہے۔ مگر اس کا مطلب حقوق سے دستبرداری نہیں۔ یہی حال صوبہ سندھ کا ہے۔ ہم صوبہ سندھ کو ملک سے الگ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور ملکی وحدت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے حقوق کا تحفظ بھی کرتے رہیں گے۔

مولانا ہزاروی کا رویہ

ایک اور سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی کو جماعتی فیصلوں سے انحراف کے نتیجہ میں جمعیۃ سے خارج کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح اور ناگزیر فیصلہ ہے کیونکہ ہمیشہ اصول مقدم ہوتے ہیں افراد نہیں۔ اگر افراد کو اجتماعی فیصلے پامال کرنے اور اصول ترک کرنے کی اجازت دے دی جائے تو جماعتیں نہیں چل سکتیں، فرد کتنا بڑا کیوں نہ ہو، اسے جماعتی فیصلوں کا پابند رہنا ہوگا ورنہ اس کے لئے جماعت میں کوئی جگہ نہیں۔

یہ مولانا ہزاروی کے غلط طرز عمل، اجتماعی فیصلوں سے انحراف اور آمریت و فسطائیت کی مدح سرائی کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنے تمام تر دعاوی کے باوجود جمعیۃ علماء اسلام کے تنظیمی ڈھانچہ اور افرادی قوت پر اثر انداز ہونے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں اور جمعیۃ علماء اسلام کے تمام ارکان حسب سابق امیر محترم حضرت درخواستی مدظلہ اور قائد جمعیۃ حضرت مفتی محمود صاحب کی قیادت میں اسلامی نظام کے نفاذ، جمہوری اقدار کی بحالی اور مسلک حقہ کی حفاظت کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام ایک نظریاتی تحریک کا نام ہے جس کی پشت پر اکابر و اسلاف کی بے پناہ قربانیوں اور عظیم روایات کا سرمایہ ہے اور یہی ہمارا توشۂ آخرت ہے۔ اس لئے جمعیۃ کا کوئی کارکن بھی اکابر کی روایات اور تحریک ولی اللہی کے متعین راستے سے انحراف کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

مکتوب پشاور

حق نواز خلیل

اسلم خٹک کو جب سفیر بنا دیا جائیگا

مسٹر بھٹو آج کل صوبہ سرحد کے طوفانی دورہ پر ہیں یوں تو مسٹر بھٹو سراپا طوفان ہیں۔ اگر وہ خاموش رہیں، تو ان کا ذہن اپوزیشن کے بارے میں "طوفانی" ہوتا ہے اور جب وہ اسٹیج پر ہوں تو طوفان کی یہ لہریں پاکستان کی سرحدات کو پار کرتی چلی جاتی ہیں بلکہ دیگر الفاظ میں یہ کہا جائے کہ اپوزیشن ان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ پھر بھی اچھا ہے کہ مسٹر بھٹو جلد پشیمان بھی ہو جاتے ہیں، مثلاً انہوں نے حالیہ دورہ سرحد کے دوران چترال میں افغانستان کو دھمکی دے دی مگر دوسرے ہی دن قبائلی علاقہ میں جو افغانستان سے متصل ہے افغانستان کے ساتھ دوستی کی پیشکش کر دی۔ غالباً یہی تضادات ہیں کہ ایک غیر ملکی اخباری رپورٹر نے مسٹر بھٹو سے جبکہ وہ صدارت کی کرسی پہ صدر نشین تھے پوچھا تھا کہ ان کے متضاد بیانات کی وجہ سے بیرونی ممالک مسٹر بھٹو پہ اعتماد و اعتبار نہیں کرتے۔

ہاں! یہ تو مسٹر بھٹو کی افتاد طبع ہے کہ ایک جگہ انہوں نے نیپ کے رہنماؤں کے ساتھ احمد نواز بگٹی کو مذاکرات میں "آخری" کر دیا اور یہاں سرحد کے متصلہ قبائلی علاقہ میں نیپ کے رہنماؤں کو تحقیر کا نشانہ بنا دیا۔ خیر یہ تو ایک ڈھول ہے جو مسٹر بھٹو کے دوران سفر قافلہ پا سے اٹھی ہے اور جب یہ دھول مدھم ہو کر بیٹھ جائے گی لوگ دیکھیں گے کہ مسٹر بھٹو نے سرحد کے دورہ کے دوران سرحد کابینہ میں کیا کیا تغیرات رونما فرمائے جس کے کچھ کچھ اثرات تو سامنے آگئے ہیں۔ مثلاً گورنر اسلم خٹک صاحب نے اپنی صوبائی سیٹ سے مستعفی ہو کر گورنر رہنا برقرار رکھا ہے اور کابینہ کے "چلتے پھرتے" وزیروں سے مسٹر بھٹو کو بیک بینی و دو گوش اپنے تمام اختیارات ان کے حوالے کر دئیے کہ مسٹر بھٹو صاحب جسے چاہیں تخلیہ میں رہنے دیں اور جسے چاہیں باہر کر دیں۔

ان گومگو کے حالات میں توقع ہے کہ شیرپاؤ صاحب وزیر اعلیٰ کے منصب اعلیٰ پر تشریف فرما ہو جائیں اور جناب گنڈاپور سینئر وزیر ہو جائیں گے۔ دیگر وزراء میں سید مزمل صاحب اور جدون اور ان کے ساتھ ہی جانج سکندر صاحب یہ تینوں مذیہ بالا تفاق لیلائے وزارت سے ہم گوش و ہم آغوش رہیں گے۔ مسٹر حق نواز بھی توقع ہے کہ ضرور واپس ہونگے۔ اس لئے یہ واحد لکھکو وزیر ہے اور ہمایوں سیف اللہ کو کرسئ وزارت دی جائے گی۔ اس لئے ایک طرف تو وہ گورنر خٹک کے قریبی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ کو لیپی تھیں کو "مراعت" کے لئے یہ اقدام ضروری ہے اور بہت ممکن ہے محترم کی با محاورہ واپسی ہو جائے اس لئے کہ اب وہ اور باقی صاحب جواب بر وزن بیت ہی اپنی پارٹیوں کے ساتھ ہیں ورنہ وہ تو کب کے تسمہ کھینچے ترک اس دام لئے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ سننے میں آئی ہے کہ بھٹو صاحب سرحد کے چودہ وزراء کو محدود کرنے کی سوچ رہے ہیں، پھر بھی جو نام گنے گئے ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ خوش نصیب ہوں گے اور جو وزراء باہر کر دیئے جائیں گے۔ انہیں بھٹو صاحب مطمئن کر دینگے۔ حکومت کے پاس کمی کس چیز کی ہے اور اس طرح گورنر خٹک کا متحدہ محاذ "متحد" ہی رہے گا اور سرحد حکومت کو اقلیت کا مسئلہ درپیش نہیں رہے گا۔ اس طرح سرحد اسمبلی کی خالی ہونے والی دو نشستوں کا مسئلہ بھی ہے کہ حکومت اسے اڈجسٹ کرنے کی کوشش کریگی — لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ ان حالات میں سرحد کابینہ کو اقلیت کے خوف سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت۔ مزید ارکان نیپ وغیرہ کو پس زنداں کرے گی جو جیلانی صاحب کی طرح صرف نام کے ممبر رہیں گے۔ مسٹر بھٹو کا تیز و تند لہجہ کہ غداری کی جگہ جیل ہے۔ اس انداز فکر کی واضح توجیہہ ہے۔ لیکن کل کیا ہوتا ہے یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ بلوچستان کی حکومت سے تعاون کے لئے بہت ممکن ہے مذاکرات کچھ مفید ثابت ہو جائیں۔ لیکن اس تمام تگ و دو کو مسٹر بھٹو کی فطرت کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنا آسان ہے کہ مسٹر بھٹو "ڈھماکہ" سیاست کے قائل ہیں۔ اور اب تک انہوں نے اپنی دکان اسی انداز سے چمکائی ہے۔ مذاکرات کی شہ سرخیاں، تیز و تند بیانات اور پھر "مائیں ٹائیں فش" یعنی وہی پیپلز پارٹی کا جمگھٹا۔

بہر حال صحیح پوزیشن تو ۲۵۔ نومبر کے بعد ہی واضح ہوگی جبکہ سرحد کابینہ کے بعض وزراء کی فیصلہ کن مذاکراتی ملاقات پنڈی میں بھٹو صاحب کے ساتھ ہوگی۔ پھر بھی کچھ رد و بدل ضروری ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعد مسٹر اسلم خٹک صاحب کو بعض "وجوہ" کی بنا پر سفیر بنا کر "شاید کابل" ہی بھیج دیا جائے گا۔ اور اس طرح پیپلز کی یہ انجمن اس پرانے سیاستدان سے پاک کر دی جائیگی اور شیرپاؤ صاحب اپنا پارٹی اور سرحد کی اچھی خدمت کر سکیں گے۔

طلباء کی سرگرمیاں

(رپورٹ :- قاضی محمد اشرف)

خیرپور ٹامے والی ضلع بہاولپور کا نیا انتخاب

یکم نومبر کو جمعیۃ طلباء اسلام خیرپور ٹامے والی کا ایک اجلاس زیرصدارت جناب عبدالمتین صاحب منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں صوبہ پنجاب کے نائب صدر اور ناظم انتخابات جناب رانا شمشاد علی صاحب بھی موجود تھے۔ انہی کی زیرنگرانی مندرجہ ذیل انتخابات عمل میں آئے۔

صدر ، چوہدری عبدالمتین گورنمنٹ ہائی سکول
نائب صدر محمد اشرف ناصر " " "
ناظم عمومی اسلام الدین صاحب آزاد " "
ناظم عبدالعزیز خاں صاحب مدرسہ عربیہ خیرالعلوم
ناظم نشریات محمد انور ندیم گورنمنٹ فاضل ہائی سکول

چنیوٹ ضلع جھنگ کا انتخاب

۱۱ نومبر کو ضلع جھنگ جمعیۃ طلباء اسلام کے صدر جناب محمد اقبال نادم چنیوٹ تشریف لائے اور ان کی زیرنگرانی مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

صدر شہباز احمد خان تھرڈ ایر گورنمنٹ کالج چنیوٹ
نائب صدر محمد علی آصف سیکنڈ ایر " " "
ناظم عمومی محمد یوسف " " " "
ناظم محمد یونس میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول "
ناظم نشریات عابد لیسین " " " " "
خازن محمد اشرف ندیم جامعہ مدنیہ چنیوٹ

اعلان

صوبہ سندھ کی وہ شاخیں جو مدارس دینیہ میں چھٹی ہونے کی وجہ سے اپنا چارج کنوینر حضرات کے سپرد کر گئی تھیں اب باقاعدہ تنظیم کے تحت اپنا کام سنبھال لیں نئے انتخاب کرانے ہوں تو بھی کرائیں اور جلد از جلد صوبائی دفتر کو اپنی رپورٹ پیش کریں۔ دوسرے یہ کہ جنرل باڈی کے فیصلے کے مطابق مقامی اخباروں کے علاوہ صوبہ سندھ کے ناظم نشریات صاحب محمد فاروق صاحب قریشی کو بھی بیانات کراچی کے درج ذیل پتے پر بھیجا کریں۔ علاوہ ازیں اپنی آمدن کا ۲۰ حصہ بھی صوبہ کو پابندی سے روانہ کریں۔

سید عبدالغفور شاہ (صدر صوبہ سندھ)

فاروق صاحب کا پتہ ، محمد فاروق صاحب قریشی
مکان ۷۹۷/۴ A لیاقت آباد کراچی

جمعیۃ طلباء اسلام گکھڑ کی سرگرمیاں

گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں جمعیۃ طلباء اسلام پابندی کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ ہفتہ وار اجلاس باقاعدگی سے منعقد ہوتا ہے۔ مولانا زاہد الراشدی (مدیر ترجمان اسلام) ان کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ ۲۰ نومبر کو منعقدہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے زاہد الراشدی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے موجودہ حالات میں طلباء کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں مقامی صدر جناب حافظ محمود صاحب نے تنظیمی امور پر مختصر سا خطاب فرمایا۔

بھکر میں مفتیٔ اعظم کی آمد

گزشتہ دنوں مفتی اعظم قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ بھکر تشریف لائے تو وہاں جمعیۃ طلباء اسلام کے ایک اجلاس سے خطاب فرمایا۔ جمعیۃ طلباء اسلام بھکر کے صدر صاحب شیخ محمد یوسف نے مفتی اعظم کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ انہوں نے مفتی صاحب کی قابل قدر خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں یقین دلایا کہ ملک میں اسلامی نظام کے قیام اور جمہوریت کے فروغ کے سلسلے میں آپ جو کوشش کر رہے ہیں ہم ان کی بھرپور حمایت کرتے ہیں اور اپنی طرف سے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ طلباء اپنی صفوں میں اتحاد برقرار رکھیں اور شرپسند عناصر سے ہوشیار رہیں جو ذاتی مفادات کی خاطر جمعیۃ میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم اکابرین کے نقش قدم پر چل کر ہر قسم کی تکالیف برداشت کریں گے۔ لیکن کسی صورت میں بھی ظالم جابر اور بے دین حکمرانوں کے سامنے سر تسلیم نہیں کریں گے۔ ہم عوام کے حقوق اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں وہ انشاء اللہ مقصد کے حصول تک جاری رہیں گی۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور ظلم کو بہرحال جھکنا پڑے گا۔

ضلعی شاخیں متوجہ ہوں

اضلاع لائلپور، سرگودھا، میانوالی، ملتان، مظفرگڑھ ڈیرہ غازیخاں، شیخوپورہ کے ضلعی انتخابات کے لئے ہیں بہت جلد دورہ شروع کر رہا ہوں۔ ان اضلاع سے تعلق رکھنے والی تمام شاخیں انتخابات کی تیاری کریں۔ رکن سازی کا کام تیز تر کر دیں۔ نیز مندرجہ ذیل ضلعی ناظمین انتخابات ان اضلاع کا دورہ کریں اور مجھے رپورٹ بھیجیں۔

لائلپور چوہدری صلاح الدین۔ سرگودھا کے لئے عبدالمجید جامی۔ میانوالی کے لئے محمد یوسف صاحب شیخ اور قاضی جمشید عالم۔ ملتان کے لئے محمد یوسف صاحب تلمبہ، ڈیرہ غازی کے لئے مقصود احمد اعوان اور شیخوپورہ کیلئے حافظ محمد الیاس۔ (رانا شمشاد علی ناظم انتخابات صوبہ پنجاب)

بقیہ ــ اداریہ

ہوس اور اپوزیشن کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی خواہش ہی کا نتیجہ ہیں۔

اس پس منظر کی روشنی میں جب ہم مذکورہ آرڈیننس کو دیکھتے ہیں تو ہمارے لئے ان خدشات کو نظر انداز کرنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے کہ ملک کے دوسرے قوانین کی طرح اس قانون کو بھی سیاسی انتقام کے لئے بطور حربہ استعمال کیا جائے گا۔ اور حکمران پارٹی اس طرح اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی راہ ہموار کرے گی۔ خدا کرے یہ خدشات غلط ہوں اور یہ آرڈیننس سیاسی انتقام کا حربہ بننے کی بجائے ملکی استحکام و سالمیت کے تحفظ کا ضامن بنے

اس کے ساتھ ہی ہم وفاقی حکومت سے یہ استدعا کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان افراد کے خلاف بھی مقدمات چلائے جائیں اور ان کو قوم کے سامنے بے نقاب کر کے جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ جن کی مذموم سازشوں کے باعث وطن عزیز دو لخت ہوا اور بہادر افواج کو بھارت جیسے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے تاکہ قوم یہ یقین کر سکے کہ یہ آرڈیننس اتنی ملکی استحکام کے لئے نافذ کیا گیا ہے۔

متاثرین کو قرضے دیئے جائیں

۱۱ نومبر ۱۹۷۲ء کو مولانا قاری محمد حنیف ملتانی نے جامع مسجد واصو آستانہ میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا اور ارباب اقتدار سے مطالبہ کیا کہ وہ ہوشربا گرانی پر قابو پائیں اور غریبوں کو پریشانی سے نجات دلائیں۔ ملک میں اسلامی نظام رائج کیا جائے کیونکہ اسلامی نظام مسلمانوں کی روح رواں ہے۔

آخر میں چند قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ جمعیت علماء اسلام واصو آستانہ کے تمام ارکان حضرت درخواستی، مولانا عبیداللہ انور، اور مولانا مفتی محمود کی قیادت پر مکمل اعتماد رکھتے ہیں۔

۲۔ جمعیت علماء اسلام واصو آستانہ اُن غنڈہ عناصر کی پرزور مذمت کرتے ہیں جنہوں نے دو یتیم بچوں کی زمین پر ناجائز قبضہ کر کے اُن کو پیداوار سے محروم کر رکھا ہے۔ اس معاملہ میں پنجاب کے وزیراعلیٰ سے اپیل ہے کہ وہ اس معاملہ میں ذاتی دلچسپی لے کر معصوم بچوں کی حق رسی فرمائیں۔

۳۔ واصو آستانہ سیلاب کی زد میں بری طرح متاثر ہوا ہے۔ اور اکثر نقصان مزدور طبقہ کا اور چھوٹے ملازمین کا ہوا ہے۔ اور اکثریت اس مہنگائی سے شکست کھا کر چٹیل میدان میں گذارہ کر رہی ہے۔ ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے لئے قرضے جاری کئے جائیں تاکہ غریب لوگ مکان تعمیر کر سکیں۔

خادم جمعیت حلقہ واصو آستانہ حافظ نور محمد۔

بقیہ — عرب اسرائیل جنگ

تاہم یہاں قاہرہ کے موقر اخبار الاہرام کے مدیر اور دنیا کے مشہور و مدبر صحافی محمد حسنین ہیکل کا یہ تبصرہ نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا جو ۱۳ نومبر ۱۹۷۳ء کے روزنامہ جنگ کراچی کے صفحہ آخر (۶) پر شائع ہوا ہے۔

اس تبصرہ میں بہت سی ایسی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو جنگ بندی کے حقائق سے تعلق رکھتی ہیں۔

ہیکل لکھتے ہیں:-

"ایک بات یہ بھی ہے کہ صدر نکسن اس وقت واٹر گیٹ کے معاملہ میں الجھے ہوئے ہیں اور اپنی کمزور حالت کی وجہ سے وہ یہودیوں کے دباؤ کے آگے ٹک نہیں سکیں گے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسرائیل کا مقصد امن نہیں ہے۔ وہ صرف مہلت حاصل کرنا چاہتا ہے اسرائیلی راہنما اپنے ۶ اکتوبر کے بعد کے اذیت ناک نقصانات کی تلافی کا انتظار کر رہے ہیں جب وہ ان کی تلافی کر لیں گے تو پھر اس دن کا انتظار کریں گے جب وہ اچانک ہم پر حملہ کر کے ایک نئی جنگ شروع کر سکیں۔ پھر ان کی نیت یہ بھی ہے کہ عربوں میں جو یک جہتی پیدا ہو گئی ہے، اسے متزلزل کر دیں، اور یورپ اور افریقہ میں سفارتی مہم شروع کر کے وہ چاہتے ہیں کہ اسرائیل کو اس تنہائی سے نکال لیں جو افریقی ملکوں کے سفارتی تعلقات منقطع کرنے اور یورپی ممالک کی حمایت سے گریز کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔"

آگے چل کر ہیکل نے ایک اہم بات لکھی ہے جس سے بہت سی ایسی باتوں کا اندازہ ہوتا ہے جو ابھی تک مخفی ہیں اور شاید دیر تک مخفی رہیں۔

ہیکل نے لکھا ہے:-

"روس عالم عرب کا سب سے بڑا حامی ہے اور رہے گا۔ اور یہ بات بڑی دردناک اور تباہ کن ہوگی کہ ہم روسی اسلحے سے لڑیں لیکن بحران کو ختم کرنے کے لئے امریکی حل قبول کر لیں"

انہوں نے امریکہ کے ساتھ یورپی ممالک کے اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:-

"حیرت کی بات تو یہ ہے کہ عربوں نے امریکہ کے تعاون سے پیش کیا جانے والا حل، اس کے اندر مضمر تمام خطرات کے ساتھ قبول کر لیا ہے اور امن مذاکرات سے فرانس اور برطانیہ کو خارج کر دیا"

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۳ نومبر ۱۹۷۳ء)

محمد حسنین ہیکل کے مندرجہ بالا بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ جنگ بندی امریکہ کے ایماء اور وعدوں سے عمل میں آئی ہے اور غالباً ایشیا، افریقہ اور عرب ملکوں کے ان عناصر نے، مصر و شام پر درپردہ جنگ بندی کے لئے زور ڈالا ہے جن پر امریکہ کو اعتماد ہے اور ان عناصر کو بجا طور پر یہ خدشہ لاحق ہوگا کہ جنگ میں مصر و شام کی یک طرفہ کامیابی جو خالص روسی اسلحہ اور امداد روسی امداد سے ہوگی، اس علاقہ میں روس کا بے پناہ اثر پھیلا دے گی۔ اس لئے جنگ ایک ایسے مرحلہ پر ختم ہو جانا چاہئے جبکہ دونوں فریق کا پلہ تقریباً برابر ہو۔

یہ بات دوسری ہے کہ ۲۲ اکتوبر کے جنگ بندی کے اعلان سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسرائیل نے نہر سویز پر اور گولان کی پہاڑیوں میں اپنی پوزیشن مضبوط بنالی اور اپنا پلہ کسی قدر قدر بھاری کر لیا۔

روس کے لئے اس صورت حال میں اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ عربوں کی پسندیدہ راہ اختیار کرے ہیکل نے اپنے بیان میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(کمال)

۱۳-۱۱-۱۹۷۳

اسلامی سربراہ کانفرنس میں اسلامی نظام کے نفاذ کا فیصلہ کیا جائے

عالم اسلام کی کامیابی اور مسائل کا حل اسلام کے عادلانہ نظام میں مضمر ہے۔ عبدالحمید بٹ

جمعیۃ علماء اسلام لاہور شہر کے امیر جناب عبدالحمید بٹ نے ایک اخباری بیان میں پاکستان میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلم سربراہوں کو اس کانفرنس میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ اور سامراج کے پنجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے مؤثر اقدامات کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

کیونکہ جب تک دنیا بھر کے مسلمان ممالک سامراجی اثرات سے آزاد ہو کر قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے سیاسی معاشی، قانونی، معاشرتی اور بین الاقوامی مسائل کو حل نہیں کریں گے اس وقت تک ہم ملت اسلامیہ کے وقار کو بحال نہیں کر سکتے۔

آپ نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ مسلم سربراہ کانفرنس کے انتظامات اور اس میں پاکستان کے موقف کے بارے میں تمام اپوزیشن پارٹیوں کو اعتماد میں لیا جائے کیونکہ یہ قومی مسئلہ ہے جس کے بارے میں پوری قوم کو متفقہ موقف اور لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

قائد جمعیۃ کا دورہ سیالکوٹ و گوجرانوالہ

قائد کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب یکم دسمبر بروز ہفتہ بعد نماز عصر دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ضلعی جمعیۃ کے اجلاس میں شرکت کریں گے اور بعد نماز عشاء اسی جگہ جلسہ عام سے خطاب فرمائیں گے۔ نیز ۲ دسمبر بروز اتوار صبح ۱۰ بجے جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ کے متصل شیخ محمد نسیم صاحب کی قیامگاہ پر کارکنوں سے خطاب فرمائیں گے اور ۲ بجے بعد نماز ظہر دفتر جمعیۃ طلباء اسلام جی ٹی روڈ گکھڑ میں ایک خصوصی اجتماع سے خطاب فرمائیں گے۔

مفتی اعظم چشمہ بیراج نہیں گئے

قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گذشتہ روز لاہور سے اسلام آباد جاتے ہوئے تھوڑی دیر گوجرانوالہ رکے اور جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب، امیر ضلع حضرت مولانا محمد سرفراز خاں اور دیگر جماعتی احباب سے تبادلہ خیالات کیا۔ آپ نے اس موقع پر نوائے وقت میں شائع ہونے والی اس خبر کی تردید کی کہ مفتی صاحب اور عبدالولی خاں صاحب نے چشمہ بیراج میں کارکنوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم اسمبلی کی سیٹوں سے مستعفی ہو جائیں گے۔

آپ نے کہا، میں گذشتہ الیکشن کے بعد سے اب تک چشمہ نہیں گیا، اور نہ ہی عبدالولی خاں صاحب گئے ہیں۔ یہ نوائے وقت کے نامہ نگار کی اختراع ہے۔ آپ نے قومی پریس سے اپیل کی کہ وہ محض حکمران پارٹی کو خوش کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو پامال نہ کرے۔

بقیہ — نئے عہدیدار

جمعیۃ علماء اسلام سے شروع سے منسلک ہیں اور صوبائی جمعیۃ کے بھی نائب امیر اول رہے ہیں۔ اب مرکزی مجلس عمومی کے اجلاس میں آپ کو نائب امیر منتخب کیا گیا ہے۔

مولانا نیاز محمد ناظم

حضرت مولانا نیاز محمد صاحب بلوچستان کے گرم ترین ضلع سبی (موضع کڈاس) کے باشندہ ہیں۔ دورہ حدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب سے کیا۔ ابھی نوجوان ہیں انوار العلوم کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ کے منتظم ہیں۔ مجلس عمومی نے آپ کو مرکزی ناظم کے عہدہ کے لئے جناب محمد زمان خاں سینٹر کی تحریک پر منتخب کیا ہے۔

حضرت مولانا حبیب گل صاحب۔ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب اور حاجی کرامت اللہ صاحب کا تعارف آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مدیر)

تذکرہ و تعارف

زاہد الراشدی

کُل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام کے نئے عہدیدار

مولانا محمد شریف نائب امیر اوّل

حضرت مولانا محمد شریف صاحب بہاولنگر کے مشہور وٹو خاندان کے ممتاز بزرگ ہیں آپ کے والد مکرم حضرت مولانا غلام قادرؒ اپنے علاقہ میں تحریک خلافت اور جمعیۃ علماء ہند کے ممتاز راہنما تھے جنہوں نے آزادی کی جد و جہد میں نمایاں حصہ لیا اور فرنگی فوج میں جبری بھرتی کے خلاف علماء حق کی مہم میں شریک ہونے پر انگریز نے انہیں طرح طرح کے مصائب سے دو چار کیا اور آپ پابندِ سلاسل بھی ہوئے مگر حق کی راہ میں تمام تکالیف کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا۔ مولانا غلام قادرؒ علاقہ کے بہت بڑے زمیندار تھے اور انہوں نے خصوصی دلچسپی سے بہاولنگر، فیروز پور اور راجپوتانہ میں دینی تعلیم کے لئے ۷۰ مدارس قائم کر رکھے تھے اور ۲۰ زنانہ مذہبی تعلیمی ادارے بھی آپ نے قائم کئے جن سے علاقہ بھر کے مسلمان فیضیاب ہوئے۔ آپ کا حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ سے خصوصی تعلق تھا۔

مولانا محمد شریف آج سے تقریباً ۵۵ سال قبل پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم محمد پور سنسار میں حاصل کی اور درس نظامی کی تکمیل اور دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں کیا۔ دورۂ حدیث شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ سے کیا اور انہی سے بیعت بھی کی۔ دورِ طالب علمی میں دارالعلوم دیوبند کی جمعیۃ طلباء کے نائب صدر رہے۔ پنجابی طلباء نے "خدام الملت والاسلام" سے ایک الگ تنظیم قائم کر رکھی تھی اس کے بانی اور رکن رکین رہے۔ اس انجمن نے "زعیم الملت" کے نام سے قلمی آرگن بھی جاری کیا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب آف ملتان بھی اس معاملہ میں آپ کے شریک تھے۔ فراغت کے بعد والدِ محترم کے تعلیمی نظام اور مدارس کے نظم و نسق میں مشغول ہوگئے اور وقتاً فوقتاً مختلف تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔ ریاست بہاولپور کے باقاعدہ انضمام سے قبل وہاں اسلامی نظام کے نفاذ اور جمہوری اقدار کی بحالی کی جد و جہد میں پیش پیش تھے۔ نواب بہاولپور کو ریاست کے چار ممتاز علماء نے اسلامی نظام کا خاکہ پیش کیا ان میں ایک آپ تھے۔

جمعیۃ علماء اسلام کی تشکیل نو کے بعد سے اس سے متعلق ہیں، اور اب تک مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ مجلس عمومی کے اجلاس میں آپ کو متفقہ طور پر نائب امیر اول چنا گیا۔

مولانا عبدالکریم قریشی نائب امیر دوم

حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بیر شریف ضلع لاڑکانہ سندھ کے نامور روحانی بیشوا حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ کے خلیفہ مجاز اور علاقہ کے ممتاز عالم دین ہیں۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا محمد عالم صاحبؒ تھے آپ آج سے کم و بیش ۵۰ برس قبل پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب سے کیا

(باقی صـ ۱۴ پر)

بزمِ اطفال اسلام

حافظ خالد مسعود بٹ

بڑوں کی خدمت

جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے ناظم نشر و اشاعت حافظ خالد مسعود بٹ نے "بزمِ اطفال اسلام" کے نام سے ایک سلسلہ کا آغاز کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں یہ ذمہ داری نبھانے کی توفیق عطا فرمائیں (ادارہ)

پیارے بچو! ہر بچے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے اچھا کھانے اور اچھا پہننے کو ملے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر بچے کو صحیح تعلیم و تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مستقبل میں ان بچوں کو ہی ملک کی باگ ڈور سنبھالنا ہوتی ہے اور ان عظیم فرائض کو سرانجام دینے کی صلاحیت ان میں اسلامی نظام تعلیم ہی پیدا کر سکتا ہے۔

لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا پیارا ملک پاکستان جو اسلام کی خاطر حاصل کیا گیا تھا، اس کے تعلیمی اداروں میں ایک فرنگی لارڈ میکالے کا بنایا ہوا نظام تعلیم رائج ہے۔ بچو! ہم ایک غیر اسلامی اور انگریز کا مرتب کردہ نظام تعلیم پڑھ کر کس طرح اچھے مسلمان بن سکتے ہیں۔

ہمارے ملک کے نونہال ناول اور جھوٹے قصے کہانیاں پڑھ پڑھ کر اپنے ذہنوں کو گندا اور وقت کو ضائع کر رہے ہیں اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ترجمان اسلام کے اس صفحے پر بچوں کی ایک محفل سجائی جائے جس میں ان کو اسلاف کرام اور بزرگوں کے کارنامے بتائے جائیں ان کو اللہ کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کے متعلق بتایا جائے تاکہ یہ صحیح مسلمان بن کر اپنے پیارے وطن کی حفاظت کر سکیں، لیجئے! آج ایک مختصر سی کہانی سنیئے۔

عرب کے شہر مدینہ میں ایک نابینا بوڑھی عورت رہا کرتی تھی جو نابینا ہونے کی وجہ سے اپنا کوئی کام نہیں کر سکتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز رات کو اس کے گھر تشریف لے جاتے اور اس کا سارا کام کاج کر دیا کرتے تھے اور کبھی اس خدمت میں کوتاہی نہیں کرتے تھے بچو! ایک رات جب وہ اس بوڑھی اماں کے گھر تشریف لے گئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص بوڑھی اماں کے کام کر کے جا چکا تھا۔ کئی روز یہی معاملہ رہا تو حضرت عمر کو فکر لاحق ہوئی کہ دیکھیں یہ کون ہے جو مجھ سے پہلے ہی تمام کام کر کے چلا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے پیچھا کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بزرگ حضرت ابوبکر صدیق ہیں جو اس وقت خلیفہ تھے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا "خدا کی قسم! ایسے شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ہو سکتے ہیں جو مجھ پر سبقت لے جائیں۔"

دیکھو بچو! ان حضرات کو دوسروں کی خدمت کرنے کا کتنا شوق تھا، اور یہ حضور کی تعلیمات کا نتیجہ تھا، ہمیں بھی چاہیئے کہ حضور نبی کریمؐ کی تعلیمات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چل کر بوڑھے اور بیکس لوگوں کی خدمت کیا کریں۔

تمام بچو سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلے کے متعلق اپنی اپنی رائے لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کی روشنی میں ہم اپنے صفحے کو اور بہتر بنا سکیں۔

F No. 6779 সাপ্তাহিক WEEKLY REGD. L. No.
তরজুমানে ইসলাম TARJUMANE ISLAM
লাহোর LAHORE PRICE

کتاب الکبائر

قسط

تالیف: امام شمس الدین الذہبیؒ

ترجمہ: زاہد الراشدی

ماں باپ کی نافرمانی

نصیحت

اے حقوق کو ضائع کرنے والے اور ماں باپ کی نیکی کا نافرمانی کے ساتھ بدلا دینے والے اپنے فرائض کو بھول جانے والے، انجام سے غافل ہونے والے، یاد رکھ ماں باپ کی نیکی تجھ پر قرض ہے اور تو گناہ کی پیروی کر کے اس کا بدلہ دے رہا ہے۔ تو جنت طلب کرتا ہے حالانکہ وہ تیری ماں کے قدموں کے نیچے ہے، تیری والدہ نے تجھے ۹ ماہ تک پیٹ میں اٹھایا گویا کہ وہ ۹ سال تھے اور اس نے تجھے جنتے وقت وہ تکلیف اٹھائی، جس سے کلیجہ پگھل جاتا ہے۔ اس نے تجھے اپنے پستانوں سے دودھ پلایا اور تیری وجہ سے نیند اڑا دی۔ اس نے دائیں ہاتھ سے تیری گندگی کو دھویا اور تجھے خوراک میں اپنے آپ پر ترجیح دی، اپنی گود کو تیرا گہوارہ بنا دیا اور تیرے ساتھ احسان اور نرمی کا سلوک کیا۔ اگر تجھے کوئی بیماری لاحق ہوئی تو اس نے انتہائی غم کیا اور روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی، اس نے اپنا مال تیرے علاج کے لئے خرچ کیا۔ اگر اسے تیری زندگی اور اپنی موت میں سے ایک چیز کے انتخاب کا حق دیا جاتا تو وہ بلند آواز سے تیری زندگی طلب کرتی، اس کے باوجود تو کتنی دفعہ اس کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آیا مگر اس نے تیرے لئے بہتری اور نیکی کی توفیق کی دعا کی۔ اب جبکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے تیری محتاج ہوگئی ہے تو تو نے اسے معمولی سی چیز سمجھ لیا ہے۔

تو پیٹ بھرتا ہے اور وہ بھوکی رہتی ہے تو سیراب ہوتا ہے اور وہ پیاسی رہتی ہے تو اپنے گھر والوں اور بچوں کو نیکی میں اس پر مقدم سمجھتا ہے۔ تو نے اس کے احسانات کو بھلا دیا ہے تجھ پر اس کا معاملہ بڑا گراں گذرتا ہے حالانکہ وہ بہت آسان ہے تجھے اس کی عمر طویل نظر آتی ہے حالانکہ وہ بہت کم ہے اور تو نے اس کو چھوڑ دیا جبکہ تیرے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں رہا اپنا یہ سلوک دیکھ اور غور کر کہ تیرے رب نے تو تجھے اس کے سامنے اُف کرنے سے روکا ہے اور ماں کے حق کے بارے میں بڑا لطیف عتاب فرمایا ہے۔ تجھے اس نافرمانی کے بدلے میں دنیا کی نافرمانی کی صورت میں اور آخرت میں رب العالمین کی رحمت سے دوری کی صورت میں عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا۔

اور اللہ تعالیٰ تجھے تنبیہہ اور جھڑک کے لہجہ میں فرماتے ہیں! یہ سب کچھ تیرے ہاتھوں کی کمائی ہے اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

حکایت

ایک حکایت نقل کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک نوجوان جس کا نام علقمہؓ تھا بڑا عبادت گذار اور نماز روزہ اور صدقہ میں سبقت کرنے والا تھا اچانک بیمار ہوا اور بیماری بڑھ گئی اس کی بیوی نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرا خاوند نزع کی حالت میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ کو بھیجا کہ جاؤ اور اسے مرنے سے پہلے کلمہ شہادت پڑھاؤ وہ گئے اور اُسے کلمہ پڑھانے کی کوشش کی مگر اس کی زبان سے کلمہ ادا نہیں ہو رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے پوچھا اس کے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ بتایا گیا کہ ایک بڑھیا ماں زندہ ہے، آپ نے اس کو پیغام بھیجا، کہ کیا میں تمہارے پاس آؤں یا تم آؤ گی؟ اس کو پیغام ملا تو کہنے لگی میری جان حضورؐ پر قربان یہ میرا حق ہے کہ میں آپ کی خدمت میں جاؤں چنانچہ وہ لاٹھی کے سہارے خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا اے علقمہ کی ماں سچ بتانا کہ تیرے بیٹے کی زندگی کیسی ہے؟ اس نے بتایا یا رسول اللہ نمازی ہے روزہ دار ہے اور سخاوت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے ساتھ کیسا سلوک ہے؟ کہنے لگی کہ میں اس پر ناراض ہوں کیونکہ وہ اپنی بیوی کی بات کو میری بات پر ترجیح دیتا۔ آنحضرتؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا جاؤ جا کر لکڑیاں جمع کر کے لاؤ تاکہ میں علقمہ کو ان میں جلا دوں اس پر بڑھیا کہنے لگی، یا رسول اللہ وہ میرا بیٹا ہے میں کیسے برداشت کروں گی کہ وہ آگ میں جلے۔ آپؐ نے فرمایا اے ام علقمہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اس عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ اگر تو اس کی بخشش چاہتی ہے تو اس کو معاف کر دے کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تو اس سے ناراض رہی تو اسے کوئی نماز کوئی روزہ یا صدقہ فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔

بڑھیا نے کہا میں اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور آپؐ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے علقمہ کو معاف کر دیا۔ آنحضرتؐ نے حضرت بلالؓ کو پھر بھیجا کہ جاؤ اس کو کلمہ شہادت تلقین کرو۔ حضرت بلالؓ گئے تو حضرت علقمہؓ نے کلمہ شہادت پڑھ کر جان دے دی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کی ناراضگی نے اس کی زبان کو کلمہ پڑھنے سے روک رکھا تھا، پھر آپؐ اس کے گھر تشریف لائے اس کے غسل و کفن کا انتظام کیا اور خود جنازہ پڑھا کر قبر میں دفن کیا اور قبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے انصار اور مہاجرین سُن لو! جس نے اپنی بیوی کو ماں پر ترجیح دی اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت، اس سے اللہ تعالیٰ کوئی نفلی و فرضی عبادت قبول نہیں فرماتے مگر جبکہ وہ توبہ کرے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک کر کے اس کو راضی کرے پس اللہ تعالیٰ کی رضا ماں کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ماں کی ناراضگی میں ہے

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کی توفیق دے اور ناراضگی کے کاموں سے بچائیں وہ سخی و کریم اور شفقت کرنے والا مہربان ہے۔